دنیا کی حالت

دنیا کی خوشی مرجھا گئی تھی۔اس کا جمال صداقت پژمردہ اور اس کا چہرۂ ہدایت زخمی ہوگیا تھا۔وہ پیمان ومواثیق، جو اولاد آدم نے مقدس رسولوں کے سامنے،ان کے پاس پیغاموں کو سن کر خدا سے باندھے تھے۔ایک ایک کر کے عصیان وتمرد سے توڑ دیے گئے تھے اور خدا کی رحمت ورافت زمین کے بسنے والوں سے روٹھ گئی تھی۔اس کا وہ جمال ازلی وابدی، جس سے پردے اٹھا دیے گئے تھے تاکہ اس کے ڈھونڈھنے والوں کو محرومی نہ ہو،اب پھر مستور ومحجوب ہوگیا تھا اور اس میں اور اس کے بندوں میں کوئی رشتہ باقی نہ تھا۔

ہاں،کوئی نہ تھا، جو اس کو ڈھونڈے،کوئی قدم نہ تھا، جو اس کی طرف دوڑے،کوئی آنکھ نہ تھی جو اس کے لیے اشکبار ہو۔کوئی دل نہ تھا جو اس کی یاد میں مضطرب ہو۔کوئی روح نہ تھی جو اسے پیار کرے۔اس کی دنیا اس سے بے خبر تھی۔اس کے بندے اس سے غافل تھے۔انسان کا ضمیر مر چکا تھا۔فطرت کا حسن حقیقی عصیان عالم کی تاریکی میں چھپ گیا تھا۔طغیان وسرکشی کے سیلاب تھے، جو خشکی وتری، دونوں میں امنڈ آئے تھے اور جن کے اندر خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہ رہی تھیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاس (روم:٤١) خشکی اور تری، دونوں میں انسان کے عصیان وسرکشی سے فتنہ وفساد پھیل گیا۔

(رسول رحمت ص ۵۹۶، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

درس حدیث

حسد کی مذمت

محمد اظہر مدنی

عن ابی ھریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تحاسدوا ولا تنا جشوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، ولا یبع بعضکم علی بیع بعض، وکونوا عباد الله اخوانا، المسلم اخو المسلم: لا یظلمه ولا یخذ له ولا یحقره، التقوی ھٰھنا ویشیر الی صدره ثلاث مرات بحسب امرء من الشر ان یحقر اخاه مسلم، کل المسلم علی المسلم حرام: دمه و ماله و عرضه. (صحیح مسلم: کتاب البر، البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم و خذله واحتقاره ودمه و عرضه و ماله)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، قیمتوں میں اضافہ نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے بے رخی نہ اختیار کرو، ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو، اللہ کے بندو! ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو حرام ہے۔

تشریح: حسد بہت بری بلا ہے۔ جس انسان کو یہ بیماری لگ جاتی ہے اس کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ زندہ رہتے ہوئے بھی مردہ لاش کے مانند ہو جاتا ہے۔ ہر جگہ پریشان ہی نظر آتا ہے۔ اس بیماری سے اس کا چین وسکون یکسر ختم ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ یہ بیماری جب اپنی حدوں کو پار کر جاتی ہے تو انسان کو بہت سارے بڑے بڑے جرائم کے ارتکاب پر آمادہ کر دیتی ہے۔ یہ بیماری (حسد) مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ اس کی نوعیتیں بھی الگ الگ ہوتی ہیں اور مختلف النوع ہونے کی وجہ سے اس کی شدت بھی اور عقوبت بھی مختلف ہو جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حسد کی اگر بے اعتبار انجام تقسیم کی جائیں تو اس کی دو قسمیں بنتی ہیں۔ ایک حسد ممدوح دوسرا حسد مذموم۔

حسد ممدوح سے مراد وہ نیک آرزوئیں اور تمنائیں ہیں جو دوسروں کو دیکھ کر ایک انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ جیسے دینی معاملات وعبادات میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا، ہر خیر وبھلائی کے کام میں پیش پیش رہنا، اسلام نے ان تمام بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی تعلیم دی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے، جس کے راوی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد صرف دو چیزوں میں جائز ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو دولت سے نوازا ہو اور وہ اسے اس مال کو حق کے راستے میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دیا ہو۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حکمت کی نعمت سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہو۔

حسد مذموم سے مراد وہ آرزوئیں، تمنائیں اور خواہشات ہیں کہ انسان دوسروں کی نعمتوں کو بری نگاہوں سے دیکھے۔ اور اس نعمت کو ناپسند کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ختم ہونے کی تمنا اور بعض دفعہ کوشش کرے۔ اور یہ شریعت کی نگاہ میں سب سے قبیح اور مذموم عمل ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اس کی بڑی مذمت فرمائی ہے۔ اور حاسد کو متنبہ کیا ہے نیز اس کے شر اور انجام بد سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ درحقیقت یہ حسد اتنا مذموم عمل ہے کہ انسان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح سوکھی لکڑی کو آگ کھا کر ختم کر دیتی ہے۔ ذخیرہ احادیث پر نگاہ دوڑانے سے حسد کی مذمت اور اس کی قباحت وشناعت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ خود قرآن کریم کی متعدد آیات سے اس کی حرمت کا پتہ چلتا ہے۔ نیز اس سے اجتناب وپرہیز کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق:٥) اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے۔ اور دوسری جگہ یہودیوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (النساء:٥٤) اور لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اور بخاری شریف کی ایک حدیث میں تحاسد وتدابر سے منع فرمایا گیا ہے خواہ دونوں طرف سے ہو یا ایک طرف سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بدگمانی سے بچتے رہو کیونکہ بدگمانی کی باتیں اکثر جھوٹی ہوتی ہیں، لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کے پیچھے نہ پڑو، آپس میں حسد نہ کرو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بغض نہ رکھو بلکہ اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ الٰہی اس مرض سے ہم تمام لوگوں کو محفوظ فرمادے اور اپنے بھائی کے لئے اچھا سوچنے، پیٹھ پیچھے دعا کرنے اور اس کی نعمتوں کو دیکھ کر اس کی برکت کے لئے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ حسد، بغض، کینہ، نفرت جیسی بیماریوں اور اس کی ہولناکیوں سے بچا اور نیک اعمال کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین وصلی اللہ علی النبی محمد ☆☆

ادارىہ

ابو مصلح الکریمی

بعد محرم یا حسین!

عام طور پر یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جب کسی کام کا مقررہ وقت گذر جائے اور بے وقت کی راگنی الاپی جانے لگے۔ اردو زبان وادب پر حاوی کچھ اہل قلم نے اس طرح کی باتوں کو رواج دینے کی کوشش بھی کی ہے۔ اور ایک مطلب یہ اخذ کیا جانے لگا کہ رواجی دین میں محرم کے اندر کچھ لوگ یا حسین یا حسین پکارتے ہیں اور اس کا مناسب وقت محرم بتاتے ہیں، محرم بعد یا حسین کے کوئی معنی نہیں۔ جب کہ بہت سے لوگ اس کا مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ ''سید شباب اہل الجنۃ'' جنت کے جوانوں کے سردار کربلا کے میدان میں حرمت والے مہینہ محرم الحرام میں نہایت بے دردی سے ظالمانہ طور پر قتل کردیئے گئے اور شہادت کا جام پینے سے پہلے تمام کوفیوں کو پکارتے رہے، سمجھاتے رہے، اپنے خاندانی، اسلامی، روحانی اور ایمانی رشتوں کی یاد دہانی کراتے رہے، عظمت آل بیت کے حوالے سے ان کی ایمانی واخلاقی غیرت کو ابھارتے رہے۔ لیکن معدودے چند کے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور نہ ہی کسی نے یا حسین ہم آپ پر فدا ہیں اور آپ کے آگے سے پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے فداکاری و جانثاری کے لیے چومکھی لڑائی لڑنے اور مرنے پر تیار ہیں کی بات کہی اور نہ ہی کسی نے کہا کہ یا حسین ہم آپ کے خلاف اب تک بحیثیت اہل عراق وکوفہ بدعہدی، بد دیانتی، وعدہ خلافی و دغابازی کرتے آئے ہیں اور اب آپ کے اوپر تلواریں سونتے کھڑے ہیں اور دعوت مبارزت دے رہے ہیں تو اب ہم اپنے ان تمام کرتوتوں سے باز آتے ہیں۔ یا حسین ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں۔ آپ آل رسول ہیں اور مہینہ بھی حرمت والا محرم الحرام ہے، ہمیں معاف فرمادیجئے۔ یہ نہ کہہ کر جب محرم گذر گیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے عظیم خانوادے اور اہل بیت کے ساتھ وہ سب کچھ ہو گیا جو عام انسانوں کے حق میں بھی روا نہ تھا، تو اب تم کیا آنسو بہا رہے ہو اور بعد محرم یا حسین یا حسین کے نعرہ لگا رہے ہو؟

تم نے محرم سے پہلے بھی یا حسین کے بے شمار نعرے لگائے تھے۔ تمہاری اس دہائی پر تمہارے اٹھارہ ہزار خطوط اور حضرت مسلم بن عقیل خانوادۂ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سپوت کا ورود اس پر شاہد عدل ہے۔ تم نے اس وقت بھی یا حسین کی پکار سے آل بیت رسول اور مومنین صادقین کو دھوکہ دے رکھا تھا اور دنیائے ایمان واسلام پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، پورا عالم اسلام سوگوار وغمزدہ تھا، آسمان اشکبار تھا، زمین لرزہ براندام تھی اور تم جشن بے وفائی منا رہے تھے۔ کتنا برمحل اور سچ کہا تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب کسی عراقی نے دوران حج آپ سے سوال کیا کہ محرِم کے کپڑے میں مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ مچھر مارنے پر کیا گناہ ہے؟ تو کہا تھا: اے عراقیو! سبط رسول کو ظالمانہ طور پر قتل کردیا، فتویٰ نہ پوچھا اور ان کے خون کے فوارے تمہارے جسموں پر آج بھی لگے ہوئے ہیں، تمہیں دھونے کی فکر نہیں

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
اوقات نماز قرآن وحدیث کی روشنی میں	۶
بعض اعمال جنہیں انجام دے کر تہجد کا ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے	۱۲
علماء کے احترام کی اہمیت اور ان کی فوقیت	۱۷
خاندانی تعلقات اسوۂ حسنہ کی روشنی میں	۱۹
ملکی قیام امن میں رفاہی اداروں کا کردار	۲۲
زخم جگر کسے دکھائیں؟	۲۴
طب وصحت	۲۸
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ـــــــ ۱۵۰/روپے

فی شمارہ ـــــــ ۷/روپے

پاکستان ـــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

ہوئی اور مچھر کے خون کا فتویٰ دریافت کرنے چلے ہو۔

اب بعد محرم یا حسین یا حسین پکارنے کا کوئی جواز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی فائدہ ہے۔ گذر گئی گذران۔ اب ان گناہوں پر آنسو بہاؤ، اپنی کوتاہیوں پر معافی مانگو اور ظلم و طغیان جسے آل بیت رسول پر روا رکھا گیا جو بلا مبالغہ روئے زمین پر سب سے معزز گھرانہ تھا اور سب سے مکرم بھی، مومنین کی نظر میں بھی اور اللہ جل جلالہ کے یہاں بھی۔ اس کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ جن کے نانا کی تعلیمات کی تعمیل کر کے کوئی بھی معزز و مکرم ہو سکتا ہے، اپنی خطاؤں کو معاف کروا سکتا ہے اور گناہوں کو دھلوا سکتا ہے، تم بھی اس پر عمل کرو۔ اس کے علاوہ جتنا بھی تم یا اللہ کے بجائے یا حسین! اور ہائے حسین! کرتے رہو، یہ بے وقت کی راگنی ہوگی اور حسین رضی اللہ عنہ و آل حسین واہل بیت رضی اللہ عنہم سے ہمدردی ومحبت نہیں کہلائے گی۔

مذکورہ بالا باتیں کسی خاص پس منظر میں نہیں، بلکہ یہ اس محاورے کے ضمن میں نوک قلم پر آگئی ہیں۔ ورنہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ محرم الحرام کا مہینہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اور اب وہ گذرا چاہتا ہے اور شاید جریدہ ترجمان کا یہ شمارہ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچتے پہنچتے گذر بھی چکا ہو۔ اس لیے کہنے والا یہی کہے گا کہ یہ کیا ہوا؟ بعد محرم یا حسین۔ یعنی محرم کے فضائل، مسائل، اس کے اندر کے واقعات و حادثات، حسنات وسیئات، خرافات اور حرمات وتسبیات کا وقت تو گذر گیا پھر اس پر اداریہ لکھنے کی کیا تک ہے؟۔ اولا تو دین وایمان، اصلاح و درستگی، محبت ومودت، اتفاق واتحاد اور دین وشریعت کی باتیں کسی خاص موسم اور وقت کی پابند نہیں ہیں بلکہ اچھی، سچی، اصلاحی اور دینی باتیں ہر وقت کہی جا سکتی ہیں۔ گویا یہ نغمہ کسی فصل گل ولالہ کا پابند نہیں ہے۔ بلکہ حرمت وعظمت والے مہینہ کا ذکر هي المسك ما كررته يتضوع ''یہ مشک ہے اسے جتنا ہی گھسو گے اتنا ہی خوشبو پھیلتی جائے گی'' کے مصداق ہے۔ ثانیا جس طرح محرم الحرام کا مہینہ اسلامی سنہ ہجری کا پہلا مہینہ ہے اور اپنی حرمت وعظمت اور عظیم تاریخی واقعہ ہجرت کا حامل ہے اسی طرح وہ اس بات کا غماز ہے کہ مسلم امت، طلوع اسلام اور اس کے نصف النہار اور افق اعلیٰ پر بلند ہونے کا ذریعہ ہے، مسلمانوں کے استحکام واستقلال اور استقامت وسربلندی کا پیش خیمہ واقعہ ہجرت ہی ہے۔ اسی لیے خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے اسلامی کلینڈر کو ہجرت سے شروع فرمایا تھا۔ ورنہ اقوام عالم کے کلینڈر آپ کے سامنے تھے، فارسیوں نے یزدگرد کے واقعۂ جلوس سے، رومیوں نے اسکندر اعظم کی فتح وظفر سے، ہندوستانیوں نے بکرماجیت سے، بابلیوں نے بخت نصر اول کی پیدائش سے، یہودیوں نے واقعۂ خروج مصر سے، عیسائیوں نے پیدائش مسیح سے اپنی قومی تقویم اور کلینڈر کا آغاز کیا تھا اور یہی کلینڈر ان اقوام میں رائج تھے۔ اور اس کے علاوہ فتح یوم بدر اور فتح مکہ اور دیگر معارک کی یادگار والے مشورے کو ارباب حل وعقد، صحابہ واہل بیت نے قبول نہ کیا۔ خود رسول گرامی فداہ ابی وامی نے عاشورا کے روزے کو موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے نجات کی خوشی میں رکھتے ہوئے صاف فرمایا کہ نحن احق بموسى منكم (بخاری) ''کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں اس دن روزہ رکھنے کے تم سے زیادہ حق دار ہیں'' اور یہ بھی کہ ''صيام يوم عاشوراء احتسب على الله ان يكفر السنة التي قبله'' جو یوم عاشوراء کا روزہ رکھ لے گا اس کے پچھلے سال کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اسے بھی اسلامی کلینڈر کے لیے درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔

دراصل یہی وہ مہینہ ہے جہاں سے اسلامی کلینڈر کی ابتداء ہوتی ہے اور جو بندہ مومن کو اپنے اعمال وکردار اور نفس کے محاسبہ کی دعوت دیتا ہے۔ اور آئندہ کے لیے نبی گرامی قدر سید الاولین والآخرین کے واقعہ ہجرت کو سامنے رکھتے ہوئے ناامیدیوں، ظلم ستانیوں، ستم رانیوں اور ہجوم مسائل ومشکلات میں بھی عظمتوں کے منار، فوز وفلاح کے ٹاور اور بروج بلند سے بلند تر کر پانے کی تلقین وتعلیم دیتا ہے۔ بے سروسامانی اور کسمپرسی کے انتہائی مایوس کن حالات میں بھی امیدوں کے چراغ بلکہ آفتاب وماہتاب روشن رکھنے کی قوت وسرچشمہ عطا کرتا ہے۔ اپنوں اور غیروں سے کسی طرح کی داد وفریاد کی بات چھوڑو، جو تھے اور جو کچھ تھے وہ ایسے دشمن جانی تھے کہ مکہ مکرمہ میں آپ کے ادنیٰ وجود کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یقین نہ ہو تو سنو!

" إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ " (التوبہ: ۴۰) ''اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت اسے کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور بلند وعزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اللہ غالب ہے حکمت والا ہے''

اس وقت کے حالات خواہ عالمی ہوں یا ملکی، محلی ہوں یا بین الاقوامی، خانگی ہوں یا بیرونی نہایت دگرگوں ہیں اور پوری دنیا میں بے شمار مشکلات اور سخت حالات کا سامنا ہے۔ ایسے میں اگر کوئی سبق یاد کرنے کے لائق ہے اور کوئی آموختہ دہرائے جانے کا سزاوار ہے تو بس صرف اور صرف اپنی اصل یعنی واقعہ ہجرت کی طرف رجوع کرنے کا ہے؟ اور اسی میں تمہاری تمام پریشانیوں اور مسائل کا حل ہے، ظلم وستم کا مداوا ہے اور تمام مظلوم اور ظالم قوموں کے لیے انصاف مضمر ہے اور اسی میں ساری دنیا کے لیے پیام امن وآشتی ہے۔ تم اس کی طرف لوٹ آؤ۔ اس ماہ کی حرمت کے ساتھ اس کی عظمت کا سکہ اور دھاک اپنے قلب وجگر پر بٹھاؤ اور اس کے شعائر، حدود اور عظمتوں کو عمل اور کام میں لاؤ۔ تمہاری مشکل کشائی ہو جائے گی۔ یہی وعدۂ ربانی ہے۔

اس حرمت والے ماہ محرم الحرام کی حرمت کا خیال نہ ہونے اور اس کی حرمت

کو پامال کرنے کی پاداش میں تمہیں نہیں معلوم کہ کس قدر بھیانک ،خطرناک اور وحشت ناک حالات پیدا ہوجاتے ہیں؟اور شعائراللہ اور حرمات اللہ کی پامالی کے بعد تم ’’اسفل السافلین ‘‘ میں پہنچ جاتے ہو،’’كلمة الله هي العليا‘‘ خواب ہوجاتا ہے اور’’كلمة الذين كفروا السفلى‘‘ کا نعوذ باللہ بول بالا ہوجاتا ہے۔نفاق وشقاق تمہارے دلوں کا روگ بن جاتا ہے۔تمہاری صفوں کی دراڑ یہی نہیں کہ عظیم خلفشار اور انتشار کا شاخسانہ کھڑا کردیتی ہے اور اس کی نحوست اور بدبختی تمہیں صدیوں رونے دھونے اور ماتم ونوحہ کناں رہنے کے باوجود غم واندوہ اور آپسی عداوت ودشمنی کے عمیق غار سے توبہ واستغفار کے دہانے پر نہیں آنے دیتی اور نہ ہی تم بلندیوں کو تاک جھانک سکتے ہو اور’’وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ‘‘ (بقرہ: ۶۱)’’ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور اللہ کا غضب لے کر وہ لوٹے‘‘ والی قوم کے بھی تم دم چھلہ اور ژلہ خوار بن کر رہ جاتے ہو۔اور ہر سطح پر تمہاری رسوائیوں کے سامان ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔تمہیں یقین نہ ہو تو دیکھو سنہ ہجری کی تاریخ وکلینڈر ۱۶ھ میں بننے کے ساتھ ہی تم دنیا کے اکثر حصوں کے مالک ومختار اور قوموں کی نیا کے کھیون ہار بن گئے تھے۔اور سنہ ۶۱ ہجری میں تم نے اس حرمت کے مہینہ کی عظمت کو پامال کیا اور نحوست ومعصیت کے ایسے طومار اپنے سروں پر باندھ لیا کہ اس کے بوجھ سے چودہ صدیوں بعد بھی سبکدوش نہ ہوسکے۔اور نفرت وعداوت اور نفاق وشقاق کے بیج آپس میں اس طرح بودی کہ اب کسی دشمن کی ریشہ دوانیوں کی تم کو ضرورت ہی نہیں۔تم اپنی موت آپ مرتے رہو اور اس میں لڑتے رہو۔اے کاش کہ تم ہوش کے ناخن لیتے!

یالیت قومی یعلمون

اللہ تعالی نے ہجرت کے واقعے سے تمہیں ہزار ہا سبق اور اس کی برکات سے ان گنت نعمتوں اور فتح مندیوں سے نوازا تھا اور اس حرمت والے مہینہ کے احترام کا حکم دے کر صاف صاف فرمادیا تھا کہ ’’فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ‘‘ (التوبہ:۳۶)’’تم ان حرمت والے مہینوں میں (قتال کرکے)ان کی حرمت کو پامال کرکے اور اللہ تعالی کی نافرمانی کا ارتکاب کرکے)اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو‘‘ لیکن آہ تم نے اس کا خیال نہ رکھا۔اور اپنے نفسوں پر ظلم در ظلم ڈھاتے رہے اور جب دشمن جانی سے بھی بے جا قتال وجدال تمہارے لئے روانہ تھا،تم نے حرمت وعظمت والا خون اسی ماہ میں بہادیا۔اور تم بھول گئے کہ تمہارا یہ منحوس عمل اپنی قباحتوں وشناعتوں کی انتہا تک پہنچنے کی وجہ سے دائمی لعنت وپھٹکار کا سبب بن گیا۔تم نے جتنی بھی مخالفتیں کی تھیں ،حرمتوں کو پامال کیا تھا،رشتوں ناتوں کو توڑا تھا،جنگ وجدال،شروفساد مچائے تھے وہ کافی تھے تمہاری بربادی کے لیے اور ندامت وتوبة النصوح کے سوسو آنسو بہانے کے لئے،مگر یہ حادثہ فاجعہ اور سانحہ عظمی جو تم نے حرمت والے مہینے میں رونما کیا وہ ایسا نہ تھا کہ تم اپنی عزت وحرمت کو بچالے جاتے۔اور بغیر توبة النصوح اور سید الاستغفار کے چین سے رہ سکتے۔کیونکہ ایک تو تو نے اللہ کے حرمت والے مہینہ کی قدر نہ کی، پھر ستم بالائے ستم یہ کہ سب سے معزز گھرانے کی اس وقت کی سب سے محترم شخصیت کی ظالمانہ طور پر تم نے جان لے لی۔جو ذاتی طور پر سید ولد آدم،سید الخلق،امام کائنات، امام الانبیاء،افضل الخلق،سید المرسلین،شفیع المذنبین اور آفتاب وماہتاب سے زیادہ حسین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل وشباہت اور چہرہ مہرہ میں ملتا جلتا تھا۔جس کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم عین خطبہ اور نماز میں بھی زمین سے اٹھا کر گلے لگاتے تھے اور سردار نوجوانان جنت ہونے کی برملا خوشخبری وتلقین فرماتے تھے اور جنھیں اپنی دنیا کا خوبصورت،خوشبودار اور مشام جان کو معطر کردینے والے دو پھولوں میں سے ایک پھول کہتے نہیں تھکتے تھے اور ان کی والدہ سیدہ فاطمة الزہراء رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیٹی ہونے کا شرف حاصل تھا،جو’’سردار خواتین جنت‘‘ ہونے کے شرف سے مشرف تھیں اور امام کائنات جن کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ان کی قدم رنجہ فرمائی پر پلکوں کو فرش راہ کئے ہوئے والہانہ اہلا وسہلا مرحبا کہتے نہیں تھکتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ تم جب اپنی اصل پہچان بھلادیتے ہو تو تم کو پتہ نہیں کہ خیر امت ہوکر بھی شرار الخلق بن جاتے ہو۔اور داعش ودہشت گردی کی لعنتیں اقوام عالم تمہارے نام خاص کردیتی ہیں اور تم اس کے ہمہ جہت ایندھن،قوام اور لقمہ تر بنتے رہنے پر مجبور ومقہور کئے جاتے رہتے ہو۔

سوچو!افراط وتفریط سے بچو،اپنی اصل اور حقیقت کی طرف لوٹو،رسوم ورواج وتقالید عالم کو چھوڑو اور خرافات وسیئات اور ہفوات سے منہ موڑ کر ہجرت کی حقیقت کو یاد کرو اور قبل اس کے کہ مال واولاد،ملک،وطن اور زمین سب کو اللہ کے لئے خیر باد کہنے کی نوبت آئے،اس کے لئے تیاری کرو،ہجرة عما نهى الله جل شانہ کی خاطر اس کی خوشی وغمی،منشط ومکرہ اور سختی ونرمی ہر حال میں اس کی حرام کی ہوئی اور ناجائز ٹھہرائی ہوئی تمام بری باتوں کو چھوڑ دو،افراط وتفریط اور غلو وتقصیر سے بچو۔اس حرمت والے مہینے میں جس طرح تم جشن مناتے ہو،گاجے باجے اور دھوم دھڑاکے سے نکلتے ہو،ہتھیار باندھتے اور تلوار بھانجتے ہو اور سودلیلوں کی ایک دلیل یہ کہہ کر زبان بند کردیتے ہو کہ ہمارے اس کروفر،دھوم دھام اور جلسہ وجلوس سے شوکت اسلام کا سکہ غیروں کے دلوں پر بیٹھ جاتا ہے،ہمارے جوانوں کے لیے برچھی ڈھال،کرپان وکٹار سے کھیلنے اور ہتھیار بند ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔اس کے علاوہ ہمیں اجازت ہی کب ہوتی ہے کہ ہم اکھاڑوں میں کھیلیں،نیزوں کو تانیں اور تلواروں کو بھانجیں وغیرہ وغیرہ۔

عزیز!وہمیات ووساوس سے باز آؤ،تمہاری شان وشوکت اور قوت وطاقت کا ایک ہی سرچشمہ اور ذریعہ ہے اور وہ ہے ذات باری تعالی اور اس کے دین کی تابعداری اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اور بس۔ اور یہی تمہاری سنہ ہجری کا بھولا ہوا سبق ہے،اسے یاد کرو۔ ورنہ تمہیں رفیوجی بننے اور مارے مارے پھرنے سے کوئی تدبیر وطاقت نہیں بچاسکتی۔’’وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ‘‘ (التوبہ: ۶۱)’’ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور اللہ کا غضب لے کر وہ لوٹے‘‘ کا سماں بندھا رہے گا۔اللہ نہ کرے۔

☆☆☆

اوقاتِ نماز قرآن وحدیث کی روشنی میں

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل مدنی
مدرس مسجد نبوی شریف

نماز اسلام کا دوسرا رکن، رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مسلمانوں کی معراج ہے، اللہ تعالیٰ نے وقت کی پابندی کے ساتھ مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا "بیشک نماز مؤمنوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے [النساء :۱۰۳]، اور سنتِ رسول ﷺ کے مطالعہ سے بھی یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ وقت مقررہ بلکہ اولِ وقت میں نماز ادا کرتے تھے، سوائے عشاء کے کہ آپ کبھی کبھار عشاء کی نماز کو مؤخر کرتے تھے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اوقات نماز کا ذکر قرآن میں: قرآن وحدیث مذہبِ اسلام کے دو اہم اساس ومصدر ہیں، دونوں وحی الٰہی کے ساتھ ساتھ منزل من اللہ بھی ہیں، بس فرق اتنا کہ ایک وحی متلو اور دوسرا وحی غیر متلو ہے۔ اس لئے دونوں قابل حجت اور واجب العمل ہیں، قرآن وحدیث سے استدلال باعث رشد و ہدایت ہے جبکہ دونوں کے درمیان تفریق باعث ضلالت وگمراہی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی وصیت ونصیحت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ "اے مؤمنو! اللہ اور اس کے رسول اور اولوالامر کی اطاعت کرو، اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہوجائے تو اس اختلاف کو قرآن وحدیث کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو [النساء:۵۹]، اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ "اور رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ [الحشر:۷]۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: »ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب الله وسنة نبیه "یعنی تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہوگے کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔ [موطا امام مالک حدیث:۳۳۳۸، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قال مالک فی الجامع: أنه بلغه أن رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – قال ذلک، وأسنده ابن عبد البر من طريق: كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف، عن أبيه، عن جدّه، مثله سواء، فالظاهر أن مالكا أخذه عنه، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے مشکاۃ المصابیح میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، المشکاۃ حدیث:۱۸۶]۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین قرآن وحدیث کی حجیت میں کبھی تفریق نہیں کرتے تھے، بلکہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ سے تعبیر کرتے تھے، اس سلسلے میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ ام یعقوب کے ساتھ مشہور اور کافی دلچسپ ہے: عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: »لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ« قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِيد أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا: أُمُّ يَعْقُوبَ وَكَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَتَتْهُ فَقَالَتْ: مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: »وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ« فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ لَوْحَيِ الْمُصْحَفِ فَمَا وَجَدْتُهُ فَقَالَ: " لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا [الحشر: 7] " فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ: فَإِنِّي أَرَى شَيْئًا مِنْ هَذَا عَلَى امْرَأَتِكَ الْآنَ، قَالَ: »اذْهَبِي فَانْظُرِي«، قَالَ: فَدَخَلَتْ عَلَى امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ فَلَمْ تَرَ شَيْئًا، فَجَاءَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا، فَقَالَ: أَمَا لَوْ كَانَ ذَلِكَ لَمْ نُجَامِعْهَا«.

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والی اور گودوانے والی، پیشانی کے بال اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی، خوبصورتی کے لئے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والی اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر، کہتے ہیں: یہ بات بنی سعد کی ام یعقوب نامی ایک خاتون کو معلوم ہوئی، یہ عورت قرآن کی تلاوت کرتی تھی، یہ عورت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے عبد اللہ! آپ نے فلاں فلاں عورتوں پر لعنت بھیجی ہیں؟ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسی عورتوں پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے؟ اور یہ چیز اللہ کی

کتاب میں بھی موجود ہے، عورت نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے لیکن یہ چیز مجھے قرآن میں نہیں ملی، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم قرآن صحیح سے پڑھی ہوتی تو تمہیں یہ ضرور قرآن میں ملتا، کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا؟: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روکیں اسے چھوڑ دو، [الحشر:۷]، عورت نے کہا: میں نے ابھی اسی وقت آپ کی اہلیہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: جاؤ دیکھو عورت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس گئی لیکن اس نے اس میں سے کچھ بھی نہیں پایا، پھر وہ عورت عبد اللہ بن مسعود کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے کچھ نہیں پایا ہے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ یہ کام کرتی تو میں اس کے ساتھ کبھی ہم بستری نہیں کرتا۔ [صحیح مسلم حدیث:۲۱۲۵]۔

معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث دونوں اللہ کی جانب سے ہیں، دونوں قابل حجت ہیں، دونوں کے درمیان تفریق مذموم شیء ہے، اور صحابہ کرام دونوں کو ساتھ لیکر چلتے تھے اور دونوں کو قابل حجت سمجھتے تھے۔

قرآن کریم میں حدیث رسول کی طرح اگر چہ صراحت کے ساتھ نماز کے پانچوں اوقات کا ذکر نہیں ہے، لیکن مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم میں نماز کے پانچوں اوقات کا ذکر موجود ہے۔

آئیں ہم دیکھیں کہ کن کن آیتوں سے مفسرین کرام کس طرح پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت کرتے ہیں:

مفسرین کرام قرآن کریم کی ایک ہی جگہ کی دو آیتوں سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ "اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرو جب تم شام کرو، اور جب صبح کرو اور اسی کے لئے ہر طرح کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں، اور اللہ کی تسبیح بیان کرو پچھلے پہر اور جب تم ظہر کرو [الروم:۱۷-۱۸]۔

امام جصاص رحمہ اللہ اس آیت سے نماز کے پانچوں اوقات کے بارے میں استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وروى ليث عن الحكم عن أبي عياض قال: قال ابن عباس: جمعت هذه الآية مواقيت الصلاة، " فسبحان الله حين تمسون " المغرب والعشاء، "وحين تصبحون " الفجر، و"عشيا" العصر، "وحين تظهرون " الظهر، وعن الحسن مثله "یعنی "حین تمسون" سے مراد مغرب اور عشاء ہے، اور "حین تصبحون" سے مراد فجر ہے، اور "عشیا" سے مراد عصر ہے۔ [احکام القرآن للجصاص ۳/۳۴۹]۔

اسی طرح مفسرین کرام قرآن کریم کی آیت: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ " آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں کنارے اور رات کی کچھ گھڑیوں میں، نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں [ہود:۱۱۴]۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾ قَالَ: يَعْنِي الصُّبْحَ وَالْمَغْرِبَ، وَكَذَا قَالَ الْحَسَنُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ.

وَقَالَ الْحَسَنُ -فِي رِوَايَةٍ- وَقَتَادَةُ، وَالضَّحَّاكُ، وَغَيْرُهُمْ: هِيَ الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: هِيَ الصُّبْحُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ، وَالظُّهْرُ وَالْعَصْرُ مِنْ آخِرِهِ. وَكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ، والضحاك في رواية عنه.

وَقَوْلُهُ: ﴿وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَمُجَاهِدٌ، وَالْحَسَنُ، وَغَيْرُهُمْ: يَعْنِي صَلَاةَ الْعِشَاءِ.

وَقَالَ الْحَسَنُ -فِي رِوَايَةِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْهُ: ﴿وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ﴾ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُمَا زُلْفَتَا اللَّيْلِ: الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ" قَالَ مُجَاهِدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ، وَقَتَادَةُ، وَالضَّحَّاكُ: إِنَّهَا صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ. یعنی طرفی النہار سے مراد: یا تو صبح اور مغرب ہے، یا صبح اور عصر ہے، یا صبح اور ظہر وعصر ہے اور "زلفا من اللیل" سے مراد: یا تو عشاء ہے، یا مغرب وعشاء ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ۴/۳۵۴]۔

علماء کرام کے اختلاف کے ساتھ اس آیت کریمہ سے بھی پانچوں نمازوں کا ذکر ثابت ہو رہا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کی آیت: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا " سورج کے ڈھلنے سے لیکر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کریں، اور اسی طرح فجر کی نماز بھی ادا کریں، بیشک نماز فجر کا وقت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے [الاسراء:۷۸]۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: فَعَلَى هَذَا تَكُونُ هَذِهِ الْآيَةُ دَخَلَ فِيهَا أَوْقَاتُ الصَّلَاةِ الْخَمْسَةِ فَمِنْ قَوْلِهِ: ﴿لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾ وَهُوَ: ظَلَامُهُ، وَقِيلَ: غُرُوبُ الشَّمْسِ، أُخِذَ مِنْهُ الظُّهْرُ وَالْعَصْرُ وَالْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾ يَعْنِي: صَلَاةَ الْفَجْرِ. [تفسیر ابن کثیر ۵/۱۰۳]

ابن کثیر رحمہ اللہ کے قول کا خلاصہ یہ ہیکہ: اس آیت کریمہ میں پانچوں نماز کے اوقات کی بھی تعیین ہوتی ہے، اللہ کا فرمان: ﴿لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ

اللّیل﴾ سے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء مراد ہیں، اور ﴿وَقُرآنَ الفجر﴾ سے فجر کی نماز مراد ہے۔

قرآن کریم کی ان تینوں آیتوں اور مفسرین کے کلام سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم میں نماز کے پانچوں اوقات کا ذکر موجود ہے، ولله الحمد والمنه۔

اوقاتِ نماز صحیح احادیث کی روشنی میں: صحیح احادیث میں صراحتا تواتر کے ساتھ پانچوں نمازوں کے وقت کا ذکر موجود ہے، اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع بھی ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَقَد ثَبَتَتِ السُّنَّةُ عَن رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ تَوَاتُرًا مِن أَفعَالِهِ وَأَقوَالِهِ بِتَفَاصِيلِ هَذِهِ الأَوقَاتِ، عَلَى مَا عَلَيهِ عَمَلُ أَهلِ الإِسلَامِ اليَومَ، مِمَّا تَلَقَّوهُ خَلَفًا عَن سَلَفٍ، وَقَرنًا بَعدَ قَرنٍ، كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِي مَوَاضِعِهِ، وَلِلَّهِ الحَمدُ والشكر. [تفسير ابن كثير ۵/۱۰۳]۔ یعنی سنتِ رسول میں تواتر کے ساتھ اوقات نماز کا ثبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ملتا ہے، جن پر اہل اسلام کا آج عمل ہے، خلف نے سلف سے اسے اخذ کیا ہے، اور یہی شروع زمانہ ہی سے چلا آرہا ہے۔

اس جگہ مناسب ہے کہ کچھ جامع احادیث ذکر کروں جن سے نماز کے اوقات کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین اول وقت ہی میں نماز ادا کرتے تھے، اور وہ نماز میں تاخیر بالکل پسند نہیں کرتے تھے:

پہلی حدیث: عَن مُحَمَّدِ بنِ عَمرِو بنِ الحَسَنِ بنِ عَلِيٍّ، قَالَ: قَدِمَ الحَجَّاجُ فَسَأَلنَا جَابِرَ بنَ عَبدِ اللَّهِ، فَقَالَ: »كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهرَ بِالهَاجِرَةِ، وَالعَصرَ وَالشَّمسُ نَقِيَّةٌ، وَالمَغرِبَ إِذَا وَجَبَت، وَالعِشَاءَ أَحيَانًا وَأَحيَانًا، إِذَا رَآهُم اجتَمَعُوا عَجَّلَ، وَإِذَا رَآهُم أَبطَئُوا أَخَّرَ، وَالصُّبحَ كَانُوا – أَو كَانَ – النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ«

ترجمہ: محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے مروی ہے کہ جب حجاج تشریف لائے تو ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کی سخت گرمی ہی میں پڑھ لیتے، اور عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد بھی سورج صاف شفاف رہتا، اور سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھ لیتے، اور عشاء کی نماز مختلف اوقات میں پڑھتے، جب دیکھتے کہ لوگ جلدی پہنچ چکے ہیں جلدی پڑھ لیتے اور جب تاخیر سے آتے تو تاخیر سے پڑھتے، اور فجر کی نماز تاریکی ہی میں پڑھ لیتے۔[صحیح بخاری حدیث: ۵۶۰، صحیح مسلم حدیث: ٦٤٦]۔

اس متفق علیہ حدیث میں نماز کے پانچوں اوقات کا ذکر ہے، ساتھ ہی ساتھ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے علاوہ تمام نمازیں اول وقت ہی میں ادا کرتے تھے، اور یہی طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلف صالحین کا رہا، اور حجاج بن یوسف نے جب نماز کو مؤخر کیا تو صحابہ کرام کو یہ عمل ناگوار لگا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول وقت میں نماز ادا کرنے کا عمل پیش فرمایا۔

دوسری حدیث: ایک دوسری صحیح حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ نماز پڑھائی، ایک مرتبہ اول وقت میں اور ایک مرتبہ آخری وقت میں، فعن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: »أمني جبريل عليه السلام عند البيت مرتين، فصلى بی الظهر حين زالت الشمس وكانت قدر الشراک، وصلى بی العصر حين كان ظله مثله، وصلى بی يعنى المغرب حين أفطر الصائم، وصلى بی العشاء حين غاب الشفق، وصلى بی الفجر حين حرم الطعام والشراب على الصائم، فلما كان الغد صلى بی الظهر حين كان ظله مثله، وصلى بی العصر حين كان ظله مثليه، وصلى بی المغرب حين أفطر الصائم، وصلى بی العشاء إلى ثلث الليل، وصلى بی الفجر فأسفر« ثم التفت إلي فقال: »يا محمد، هذا وقت الأنبياء من قبلک، والوقت ما بين هذين الوقتين«.

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے مجھے خانہ کعبہ کے پاس دو مرتبہ نماز پڑھائی، پہلی مرتبہ مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج مائل ہو گیا، اور سایہ جوتے کے تسمہ کے برابر تھا، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جاتا ہے، اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزے دار افطار کرتا ہے، اور عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غائب ہو گیا، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزے دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، اور آئندہ کل مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا، اور عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کا دوگنا ہو گیا، اور مغرب کی نماز پڑھائی جب روزے دار افطار کرتا ہے، اور عشاء کی نماز رات کے تیسرے پہر میں پڑھائی، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روشنی واضح ہو گئی، پھر جبریل علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے محمد! یہی آپ سے پہلے انبیاء کی نماز کا وقت ہے، اور نماز کا وقت ان دونوں کے درمیان ہے۔[سنن ابی داود حدیث: ۳۹۳، حسن صحیح]۔(قال الشيخ الالبانی (صحيح) رقم الحديث ۱۴۰۲ فی صحيح الجامع)

تیسری حدیث: جس میں مفصل انداز میں نماز کے اوقات کو بیان کیا گیا ہے، عَن عَبدِ اللهِ بنِ عَمرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

»وَقتُ الظُّهرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ، مَا لَم يَحضُرِ العَصرُ، وَوَقتُ العَصرِ مَا لَم تَصفَرَّ الشَّمسُ، وَوَقتُ صَلَاةِ المَغرِبِ مَا لَم يَغِبِ الشَّفَقُ، وَوَقتُ صَلَاةِ العِشَاءِ إِلَى نِصفِ اللَّيلِ الأَوسَطِ، وَوَقتُ صَلَاةِ الصُّبحِ مِن طُلُوعِ الفَجرِ مَا لَم تَطلُعِ الشَّمسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمسُ فَأَمسِک عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّهَا تَطلُعُ بَينَ قَرنَي شَيطَانٍ«

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہےکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہوجاتا ہے اوراس وقت تک رہتا ہے جب انسان کا سایہ اس کی لمبائی میں ہوتا ہے، اوراس کے بعد ہی عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور عصر کا وقت باقی رہتا ہے یہاں تک کہ سورج کے رنگ میں پیلا پن نہ آجائے، اور مغرب کا وقت (سورج غروب ہونے کے بعد سے شروع ہوکر) شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے، اور عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے، اور فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہے، جب سورج طلوع ہونے لگے تو نماز نہ پڑھو، کیونکہ سورج شیطان کے دوسینگ کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔[صحیح مسلم حدیث:٦١٢]۔

ان تینوں احادیث اوراسی طرح دوسرے صحیح احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے نماز کا اول وآخر وقت ملاحظہ فرمائیں:

نماز ظہر کا اول وآخر وقت: سورج مغرب کی جانب مائل ہوتے ہی ظہر کا اول وقت شروع ہوجاتا ہے، اور جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوجائے تو وقت ظہر ختم ہوجاتا ہے۔

یہاں یہ بات معلوم ہوجانی چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار سخت گرمی کی وجہ سے ظہر کی نماز کو وقتِ معہود سے مؤخر کرتے تھے، فعَن أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: أَبرِدُوا بِالظُّهرِ؛ فَإِنَّ شِدَّةَ الحَرِّ مِن فَيحِ جَهَنَّمَ« [سنن ابن ماجہ: حدیث:٦٧٩ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے]۔

حدیث مذکور اور دیگر احادیث سے سخت گرمی کے سبب نماز ظہر کو مؤخر کرنا ثابت ہے، لہذا سنت کے شیدائیوں کو اس سنت پر بھی عمل کرنا چاہئے۔

نماز عصر کا اول وآخر وقت: جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوجائے تو عصر کا اول وقت شروع ہوتا ہے اور آخری وقت جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہوجائے

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں عصر کی نماز سے متعلق ایک باب ذکر کیا ہے، جس کے تحت متعدد احادیث ذکر فرمائے ہیں، تمام احادیث کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہےکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام عصر کی نماز اول وقت ہی میں ادا کرتے تھے، آئیں کچھ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

1-عن أَبِي أُمَامَةَ بنَ سَهلٍ، يَقُولُ: صَلَّينَا مَعَ عُمَرَ بنِ عَبدِ العَزِيزِ الظُّهرَ، ثُمَّ خَرَجنَا حَتَّى دَخَلنَا عَلَى أَنَسِ بنِ مَالِكٍ فَوَجَدنَاهُ يُصَلِّي العَصرَ، فَقُلتُ: يَا عَمِّ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيتَ؟ قَالَ: »العَصرُ، وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ«

ترجمہ: ابوامامہ بن سہل فرماتے ہیں کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، دیکھا کہ انس بن مالک عصر کی نماز ادا کررہے ہیں، میں نے کہا: اے چچا جان! یہ کونسی نماز ادا کررہے تھے؟ انہوں نے کہا: عصر کی نماز، مزید فرمایا: ایسے ہی وقت میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز ادا کرتے تھے۔[صحیح بخاری حدیث:٥٤٩]۔

2-عن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: »اكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي العَصرَ وَالشَّمسُ مُرتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى العَوَالِي، فَيَأتِيهِم وَالشَّمسُ مُرتَفِعَةٌ« وَبَعضُ العَوَالِي مِنَ المَدِينَةِ عَلَى أَربَعَةِ أَميَالٍ أَو نَحوِهِ.

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے اور سورج بالکل اوپر ہوتا اور سورج میں گرمی کی شدت باقی ہوتی، عصر کی نماز کے بعد کوئی عوالی پہنچتا تو سورج بالکل اوپر ہوتا، اور عوالی کا بعض حصہ مدینہ سے چار میل یا چار میل سے قریب کے فاصلہ پر تھا۔[صحیح بخاری حدیث:٥٥٠]۔

3-عن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: »كُنَّا نُصَلِّي العَصرَ، ثُمَّ يَذهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلَى قُبَاءٍ، فَيَأتِيهِم وَالشَّمسُ مُرتَفِعَةٌ«

ترجمہ: انس بن مالک فرماتے ہیں کہ: ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم میں سے کوئی قباء جاتا تو سورج بالکل اوپر ہوتا۔[صحیح بخاری حدیث:٥٥١]۔

ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہےکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کی سنت پر چلنے والے صحابہ کرام عصر کی نماز اول وقت ہی میں ادا کرتے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: هَذَانِ الحَدِيثَانِ صَرِيحَانِ فِي التَّبكِيرِ بِصَلَاةِ العَصرِ فِي أَوَّلِ وَقتِهَا وَأَنَّ وَقتَهَا يَدخُلُ بِمَصِيرِ ظِلِّ الشَّيءِ مِثلَهُ" [شرح النووی علی صحیح مسلم ١٢٤/٥]، یہ دونوں حدیثیں صراحت کے ساتھ بیان کررہی ہیں کہ عصر کی نماز اول وقت ہی میں ادا ہوتی تھی، اور عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوجائے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ففيه دليل للجمهور في أن أول وقت العصر مصير ظل كل شيء مثله خلافا لأبي حنيفة [فتح الباری لابن حجر ٢٩/٢]۔

یعنی یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوجائے تو عصر کا اول وقت شروع ہوجاتا ہے، ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے برخلاف۔

نمازِ مغرب کا اول وآخر وقت: مغرب کا اولِ وقت سورج غروب ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے،اورشفق کے ختم ہوتے ہی مغرب کاوقت ختم ہوجاتا ہے۔

نمازعشاء کااول وآخروقت: صحیح احادیث کی روشنی میں عشاء کاوقت شفق کے ختم ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہےاورآخری وقت کے بارے میں دوطرح کی روایتیں ملتی ہیں، ایک قسم کی روایتوں سے معلوم ہوتاہیکہ آدھی رات تک عشاء کاوقت ممتد رہتاہے،لیکن بعض صحیح روایتوں سے معلوم ہوتاہیکہ عشاء کاوقت ایک تہائی رات تک ہے۔

ان روایتوں کے رمیان تطبیق دیتے ہوئے امام نووی فرماتے ہیں: قَولُهُ فِي حَدِيثِ بُرَيدَةَ وَحَدِيثِ أَبِى مُوسَى أَنَّهُ صَلَّى العِشَاء بَعدَ ثُلُثِ اللَّيلِ وَفِى حَدِيثِ عَبدِ اللَّهِ بنِ عَمرِو بنِ العَاصِ وَوَقتُ العِشَاءِ إِلَى نِصفِ اللَّيلِ هَذِهِ الأَحَادِيثُ لِبَيَانِ آخِرِ وَقتِ الِاختِيَارِ، وَاختَلَفَ العُلَمَاءُ فِى الرَّاجِحِ مِنهُمَا، وَلِلشَّافِعِيِّ رَحِمَه اللَّهُ تَعَالَى قَولَانِ: أَحَدُهُمَا أَنَّ وَقتَ الِاختِيَارِ يَمتَدُّ إِلَى ثُلُثِ اللَّيلِ، وَالثَّانِى إِلَى نِصفِهِ، وَهُوَ الأَصَحُّ، وَقَالَ أَبُو العَبَّاسِ بنُ شُرَيحٍ: لَا اختِلَافَ بَينَ الرِّوَايَاتِ وَلَا عَنِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بَلِ المُرَادُ بِثُلُثِ اللَّيلِ أَنَّهُ أَدوَّلُ ابتِدَائِهَا وَبِنِصفِهِ آخِرُ انتِهَائِهَا وَيُجمَعُ بَينَ الأَحَادِيثِ بِهَذَا، وَهَذَا الَّذِى قَالَهُ يُوَافِقُ ظَاهِرَ أَلفَاظِ هَذِهِ الأَحَادِيثِ لِأَنَّ قَولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَقتُ العِشَاءِ إِلَى نِصفِ اللَّيلِ ظَاهِرُهُ أَنَّهُ آخِرُ وَقتِهَا المُختَارِ، وَأَمَّا حَدِيثُ بُرَيدَةَ وَأَبِى مُوسَى فَفِيهِمَا أَنَّهُ شَرَعَ بَعدَ ثُلُثِ اللَّيلِ وَحِينَئِذٍ يَمتَدُّ إِلَى قَرِيبٍ مِنَ النِّصفِ فَتَتَّفِقُ الأَحَادِيثُ الوَارِدَةُ فِى ذَلِكَ قَولًا وَفِعلًا وَاللَّهُ أَعلَمُ.

ترجمہ: بریدہ اورابوموسی رضی اللہ عنہما کی روایتیں جن میں یہ ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تہائی رات کے بعدعشاء کی نمازادا کی، اورعبداللہ بن عمرو کی روایت جس میں یہ ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشاء کاوقت آدھی رات تک ہے،ان احادیث میں عشاء کا آخری مختاروقت بیان کیا گیاہے،ان دونوں قسم کی روایتوں کے درمیان راجح کیا ہے؟اس سلسلے میں علماکے درمیان اختلاف ہے، اس مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دوقول ہیں، ایک قول میں یہ ہیکہ مختاروقت ایک تہائی رات ہے،اوردوسراقول ہے کہ آدھی رات،اوریہی زیادہ صحیح ہے۔

ابوالعباس بن شریح فرماتے ہیں: ان روایتوں میں بظاہرکوئی اختلاف نہیں ہے،اورنہ ہی امام شافعی کےقول میں اختلاف ہے، بلکہ اس ثلث لیل سے مرادنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا آغاز ہے اورنصف سے مراد یہ ہیکہ آپ کی نمازآدھی رات میں ختم ہوئی، اسی طرح ان احادیث کے درمیان تطبیق دی جائیگی،[امام نووی فرماتے ہیں کہ:[ابوالعباس بن شریح نے جو بات کہی ہے وہ احادیث کے ظاہری الفاظ کے موافق ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ عشاء کاوقت نصف لیل تک ہےاس کا ظاہری مفہوم یہی ہیکہ نصف لیل عشاء کا آخری مختاروقت ہے، حدیث بریدہ اورابوموسی اشعری کی روایت سے معلوم ہوتاہیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تہائی رات کے بعدشروع کیااورنصف رات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازممتد رہی ،اس طرح کی تطبیق سے اس سلسلے میں وارد تمام قولی اورفعلی روایتیں متفق ہوجائینگی، واللہ تعالی اعلم۔[شرح النووی علی مسلم ۵/۱۱۶]۔

نمازفجر کا اول وآخروقت: فجر کا اول وقت طلوع فجر جسے صبح صادق کہتے ہیں- سے شروع ہوجاتا ہے،اورطلوع شمس تک ممتد رہتا ہے۔

فجرکی نماز سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ یہی رہی ہیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "غلس "یعنی تاریکی میں اداکرتے تھے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل صحیح سند کے ساتھ مروی ہے،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جوبظاہرغلس کے مخالف نظرآرہی ہے: عَن مَحمُودِ بنِ لَبِيدٍ، عَن بَعضِ أَصحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: " أَسفِرُوا بِالفَجرِ، فَإِنَّهُ أَعظَمُ لِلأَجرِ "۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجرکی نمازروشنی پھیل جانے کے بعداداکرو،اس کا اجرزیادہ ہے۔[مسنداحمدحدیث: ۱۷۲۸۶،مسند کے محققین نے اس روایت کوسنداضعیف اورمعنی صحیح کہاہے،وسنن ترمذی حدیث: ۱۵۴،شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قراردیاہے]۔

اس حدیث کامعنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے ابن رجب رقم طرازہیں: فقال الشافعي وأحمد وإسحاق وغيره: المراد بالإسفار: أن يتبين الفجر ويتضح، فيكون نهياً عن الصلاة قبل الوقت، وقبل تيقن دخول الوقت .[فتح الباری لابن رجب ۴/۴۴۰]،یعنی امام شافعی،امام احمد،امام اسحاق اوردوسرے ائمہ کاکہنا اِسفارسے مرادیہ ہے کہ : فجر بالکل ظاہروباہرہوجائے، تاکہ قبل ازوقت نمازنہ پڑھ لی جائے اوروقت یقینی طورپرداخل ہوجائے۔

نماز کی ادائیگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاعمل: اس میں کوئی شک نہیں کہ نمازکے اوقات میں توسع ہے،لیکن صحیح احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازکووقت میں ہی نہیں بلکہ اول وقت میں اداکرتے تھے،سوائے عشاء کے، اورعشاء کی نمازکومؤخرکرنے کا مقصد باعث اجروثواب ہے۔

لہذا متبعین سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوچاہئے کہ مسلکی اختلافات اور فقہاء کے اقوال کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اولِ وقت ہی میں نماز اداکرنے کی حتی المقدورکوشش کریں، کیونکہ یہی اصل اوریہی افضل بھی ہے۔

گزارشات: اخیرمیں اپنے کلمہ گومسلمان بھائیوں کوسعادت دارین کے پیش نظرکچھ اہم باتوں کی طرف رہنمائی کرنامناسب سمجھتاہوں:

۱-نمازایک مہتم بالشان عبادت ہےاس لئے اس عبادت کی ادائیگی میں بالکل

سستی نہیں ہونی چاہئے، اور ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اکثر موقر علما کے نزدیک عمداً نماز چھوڑنے والا حقیقی کافر ہو جاتا ہے۔ ۲-فرض نماز جماعت کے ساتھ اول وقت ہی میں ادا کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے۔

۳-نماز کو اس کے ارکان وواجبات اور سنن کے ساتھ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ادا کریں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي "یعنی اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔[صحیح البخاری حدیث:۶۰۰۸]۔

۴-اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز کے بہت سارے مسائل میں علما وفقہاء کے درمیان اختلاف ہے،اس کے باوجود ایک صحیح مسلمان کو چاہئے کہ قول وعملِ رسول کو ہر کسی کے قول وعمل پر ترجیح دے، اور صحیح دلیل کی روشنی میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نماز ادا کرنے کی کوشش کرے۔

۵-نماز کے بہت سارے مسائل میں اختلاف کا ایک اہم سبب ضعیف ومنکر روایتیں ہیں، لہٰذا صحیح احادیث کی موجودگی میں ضعیف ومنکر روایتوں پر عمل نہ کریں اور کما حقہ صحیح احادیث کو ہر ہر مسئلہ میں مقدم کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق وقت پہ جماعت کے ساتھ نماز کا پابند بنائے۔آمین۔ ☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اور اہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اعلیٰ سطحی وفد اگلے ہفتے متعدد صوبوں کے دورے پر۔ان شاءاللہ

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا ئی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔اس سلسلہ میں الحمدللہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہوا چاہتا ہے اور اہل حدیث منزل میں ترمیم وتعمیر کا کام تیسری منزل تک پہنچ چکا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان فرمائیں۔

عنقریب ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلیٰ سطحی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کر کے مشکور وماجور ہوں۔

نوٹ: اس سلسلہ میں متعلقہ صوبوں کے ذمہ داران واعیان کو اطلاع کردی گئی ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICICI0006292

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نور العین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الہندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی

بعض اعمال جنہیں انجام دے کر تہجد کا ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے

اللہ تعالی کی نگاہ میں تہجد کی نماز ایک نہایت ہی فضیلت یافتہ اور مبارک عمل ہے۔تہجد اور قیام اللیل رب تعالی کی نگاہ میں انتہائی قابل قدر ہے۔قیام اللیل جہاں انسان سے رب تعالی کی وابستگی کا پتا دیتا ہے، وہیں ایسا انسان اس بابرکت اور فضیلت یافتہ عمل کی وجہ سے بے شمار فضائل وفوائد سے اپنے دامن کو بھرتا ہے اور اپنے نصیبے میں دنیا اور آخرت ہر دو جہاں کی کامیابی اور سرخروئی کو لازمی اور یقینی کرلیتا ہے۔تہجد اور قیام اللیل کے انہی فضائل وفوائد کی بناء پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ادائیگی کا حد درجہ اہتمام کیا کرتے تھے اور بے شمار حدیثوں کے ذریعہ اپنی امت کو اس کے التزام کا حکم دیا ہے اور تاکید فرمائی ہے کہ اگر انسان اخروی زندگی میں کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اسے تہجد کی نماز پر مداومت برتنا چاہئے۔اس عمل کی اتنی تاکید ہوبھی کیوں نا؟ یہ فرض نمازوں کے بعد سب سے فضیلت یافتہ عمل ہے، نیز یہ عمل اپنے انجام دینے والے انسان کے نہ صرف گناہوں کے کفارے کا سبب بنتا ہے بلکہ اسے برائیوں کے ارتکاب سے روکنے کا ذریعہ بھی ہے۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: ”عليكم بقيام الليل، فانه دأب الصالحين قبلكم، وهو قربة الى ربكم، و مكفرة للسيئات، ومنهاة للاثم“ یعنی تہجد (قیام اللیل) کی ادائیگی کا التزام کیا کرو، کیونکہ یہ نیکوکاروں کا شیوہ رہا ہے اور یہ رب تعالی کی قربت کا ذریعہ بھی ہے، نیز گناہوں کے کفارے کا باعث اور برائیوں میں واقع ہونے سے روکنے کا آلۂ کار ہے۔(سنن ترمذی/3549، صحیح ابن خزیمہ/1135، مستدرک حاکم/1156، شیخ البانی نے ارواء الغلیل/452 اسے حسن قرار دیا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے اسوہ اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتے تھے اور اس بابرکت عمل پر آپ کس قدر پابند تھے؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے جس میں وارد ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے تہجد کا اہتمام کیا کرتے تھے کہ آپ کے قدموں میں سوجن آجایا کرتا تھا۔ایک موقع پر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اتنی کثرت سے تہجد کا اہتمام کیوں کرتے ہیں ،جبکہ آپ کے گناہوں کو رب تعالی نے معاف فرمادیا ہے۔آپ نے فرمایا: ”أفلا أكون عبدا شكورا“ یعنی کیا میں عبادتوں کی انجام دہی کرکے رب تعالی کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔(صحیح بخاری/4557، صحیح مسلم/2820)

اسلافِ کرام کا معمول تھا کہ وہ تہجد کی نماز کا حد درجہ اہتمام کیا کرتے تھے۔مشہور تابعی طاوس بن کیسان رحمہ اللہ ایک بار بوقتِ سحر کسی شخص کے پاس گئے۔آپ کو لوگوں نے بتایا کہ وہ سو رہا ہے۔طاووس رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس زمانے میں اور اس وقت میں بھی کوئی انسان سوسکتا ہے۔(حلية الأولياء وطبقات الأولياء لأبى نعيم4/6)

سابقہ تمام فضائل وفوائد اور برکات وثمرات کے پیش نظر مذہب اسلام نے اپنے متبعین کو قیام اللیل کی ادائیگی کا پابند بنایا ہے اور انہیں ابھارا ہے کہ وہ اس عبادت کی انجام دہی کرکے اپنی فروتنی ، اللہ تعالی سے الفت، لگاؤ کا ثبوت فراہم کریں۔چونکہ مذہبِ اسلام کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو کمال تک پہنچانے کا خواہاں ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو بہت سارے ایسے اعمال بتائے ہیں، جن کو انجام دے کر ہم تہجد اور قیام اللیل کا ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔چنانچہ اگر کوئی انسان سستی، کاہلی، غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے اس نیک عمل کی انجام دہی نہیں کرپاتا ہے تو پھر اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں،اس وجہ سے کہ ایسے انسان کو دوسرے ایسے اعمال کی انجام دہی کا موقع شریعت اسلامیہ فراہم کرتی ہے جن پر شارع علیہ الصلاۃ والتسلیم نے تہجد کی نماز کے مساوی ثواب کا اعلان کیا ہے۔زیر نظر مضمون میں ایسے ہی بعض اعمال کو قلمبند کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ ہم میں سے ہر انسان ان نیکیوں اور اعمال خیر کو انجام دینے کے ضمن میں تگ ودو کرے تاکہ وہ قیام اللیل اور تہجد جیسی عظیم الشان اور فضیلت یافتہ عمل کے ثواب سے محظوظ ہوسکے۔اللہ ہمیں خصوصی توفیق سے نوازے۔

(۱) جماعت کے ساتھ نمازِ فجر اور نمازِ عشاء کی پابندی: خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:”من صلى العشاء في جماعة، كان كقيام نصف ليلة، ومن صلى العشاء والفجر في جماعة، كان كقيام ليلة“ یعنی جو کوئی عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے تو اسے آدھی رات قیام کرنے کا ثواب حاصل ہوگا اور جو کوئی نمازِ فجر اور نمازِ عشاء باجماعت ادا کرے گا تو اسے پوری رات قیام کرنے کا ثواب

حاصل ہوگا۔(موطاامام مالک / 1 7 3،مسنداامام احمد 5/ 8 6 1،صحیح مسلم/ 656،سنن ترمذی/ 221،سنن ابوداود/ 555،اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔)

اسی وجہ سے نمازوں کو مسجدوں میں باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے اور بلا کسی عذر شرعی کے باجماعت نماز ادا کرنا کبھی بھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔نمازِ فجر اور نمازِ عشاء کو باجماعت ادائیگی کا التزام کرنا چاہئے کیونکہ یہ دونوں نمازیں منافقوں پر حددرجہ شاق اور گراں ہیں، حالانکہ وہ لوگ اگر ان نمازوں کی اہمیتوں اور فضیلتوں کو جان جائیں تو اس تعلق سے ہونے والی تکلیفوں اور پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرلیں۔

(۲) ظہر سے پہلے چار رکعت سنت کی ادائیگی: ابوصالح رحمہ اللہ مرفوعا مرسلا روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا:''ظہر سے پہلے چار رکعتوں کی ادائیگی کا ثواب سحر نماز کے ثواب کے برابر ہے''۔اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف(5940) میں روایت کیا ہے اور اسے شیخ البانی نے **سلسلة الأحاديث الصحيحة**(1431) میں حسن قرار دیا ہے۔

ان چار رکعتوں کی فضیلتوں میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ ان کی خاطر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔اس وجہ سے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''**أربع قبل الظهر تفتح لهن أبواب السماء**'' یعنی ظہر سے پہلے چار رکعتوں کی ادائیگی سے آسمان کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے''۔(سنن ابوداود/ 3128،شیخ البانی نے اسے **صحیح الترغیب والترهیب**/ 585 میں حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان چار رکعتوں کی ادائیگی کا حددرجہ اہتمام کیا کرتے تھے۔آپ کا عالم یہ تھا کہ اگر کسی وجہ سے آپ ان چاروں رکعتوں کی ادائیگی ظہر سے پہلے نہیں کرپاتے تو آپ ظہر کی نماز کے بعد ان کی قضاء ادا کیا کرتے تھے۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان چار رکعتوں کو ظہر سے پہلے نہیں پڑھ پاتے تو آپ اسے ظہر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔اسے امام ترمذی نے اپنی سنن/ 426 میں روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح الترمذی/ 350 میں حسن قرار دیا ہے۔

(۳) امام کے ساتھ پوری تراویح کی نماز ادا کرنا: ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہِ رمضان کا روزہ رکھا ۔آپ نے مہینے کی کسی رات میں قیام نہیں کیا، جب اس مہینے کے صرف سات دن باقی رہ گئے تو آپ نے رات کا قیام کیا حتی کہ ایک تہائی رات گزر گئی۔جب چھ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ نے اس رات قیام نہیں کیا۔جب پانچ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ نے اس رات بھی قیام کیا، یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔میں نے کہا:اللہ کے رسول!کیا ہی بہتر ہوتا ،اگر آج کی پوری رات آپ ہمیں قیام کراتے۔آپ نے فرمایا:''**ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ينصرف حسب له قيام الليلة**'' یعنی آدمی اگر امام کے ساتھ نماز پڑھ کر لوٹ جاتا تو ایسی صورت میں اس کے حق میں پوری رات قیام کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔اس روایت کو امام احمد (5/ 1 1)،امام ابوداود(5 7 3 1)، امام ترمذی(6 0 8) ، امام نسائی (1364)اور امام ابن ماجہ(1327) نے روایت کیا ہے اور اسے شیخ البانی نے **صحیح الجامع** (1615) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) ہر رات سوآیتوں کی تلاوت کا اہتمام کرنا: تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''جو ایک رات میں سو آیتوں کی تلاوت کا اہتمام کرتا ہے،اس کے حق میں رات بھر قیام کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے''۔اس حدیث کو امام احمد(18/ 11)اور امام دارمی(3450) نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح الجامع (6468) میں صحیح قرار دیا ہے۔

ہر رات سوآیتوں کی تلاوت نہایت ہی آسان ہے اور اس میں محنت بھی کم لگتی ہے۔بلکہ اگر انسان کے پاس وقت کم ہو تو **سورة الصافات** کے ابتدائی چار صفحات یا **سورة القلم** اور **سورة الحاقة** کی تلاوت سے بھی انسان اس فضیلت کو حاصل کرسکتا ہے۔اگر رات میں کوئی انسان ان سوآیتوں کو نہیں پڑھ پاتا اور ایسی صورت میں نمازِ فجر اور اور نمازِ ظہر کے مابین پڑھ لیتا ہے تو بھی وہ اس فضیلت سے بہرہ ور اور فیضیاب ہوگا۔خلیفہ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''**من نام عن حزبه،أو عن شئ منه، فقرأه مابين صلاة الفجر وصلاة الظهر: كتب له كأنما قرأه من الليل**''،یعنی جو شخص اپنی عادت کے کام یا کسی دوسری چیز کو ادا کئے بغیر سو جاتا ہے اور اسے نمازِ فجر اور نمازِ ظہر کے درمیان پڑھتا ہے تو اسے رات میں پڑھنے کا ثواب دیا جاتا ہے''۔(صحیح مسلم/ 747)

اگر انسان ہر رات میں سوآیتوں کی تلاوت کا اہتمام نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں کم از کم ہر شخص کو ہر رات میں دس آیتوں کی تلاوت کا التزام کرنا چاہئے ،اس وجہ سے کہ اگر انسان ایسا بھی نہیں کرپاتا تو ایسی صورت میں اسے غافلوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''جو انسان دس آیتوں کو پڑھتا ہے،اسے غافلوں کی فہرست میں نہیں لکھا جائے گا۔جو سوآیتوں کی تلاوت کرتا ہے،اسے تہجد گزاروں کی فہرست میں لکھا جائے گا......''۔اس حدیث کو امام ابوداود (1398)، امام ابن حبان (2572)، امام ابن خزیمہ (1144)، امام دارمی (3444)اور امام حاکم

(2041) نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے اسے صحیح الترغیب و الترھیب (639) میں حسن صحیح قرار دیا ہے۔

(۵) ہر رات سورہ بقرہ کی دو آیتوں کی تلاوت کا اہتمام کرنا: ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کسی رات میں سورہ بقرہ کی دو آیتوں کی تلاوت کرتا ہے، اس کے لئے یہ دونوں آیتیں کافی ہوں گی“۔ اس حدیث کو امام احمد (18/99)، امام بخاری (5010)، امام مسلم (807)، امام ترمذی (2881)، امام ابوداود (1397)، امام ابن ماجہ (1369) اور امام دارمی (1487) نے روایت کیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دونوں آیتیں پڑھنے والے انسان کے لئے قیام اللیل اور تہجد کی طرف سے کافی ہوں گی اور ایسے انسان کو تہجد کی نیکی اور ثواب حاصل ہوگا۔ بعض شراحِ حدیث کہتے ہیں کہ اس کا معنیٰ ہے کہ وہ دونوں آیتیں شیطان اور آفات و بلیات اور انسانی مصائب و مشکلات کی طرف سے کافی ہوں گی۔ (صحیح مسلم بشرح النووی (6/340) حدیث نمبر (807)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اسی موقف کی تائید کرتے ہوئے فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ پہلے مفہوم کی صراحت عاصم عن علقمہ عن ابی مسعود مرفوعا کی سند سے وارد ہے کہ جو کوئی شخص سورہ بقرہ کی آخری آیت کی تلاوت کرتا ہے تو یہ قیام اللیل کی طرف سے کفایت کرے گی۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری (8/673) حدیث نمبر (5010)

ان دونوں آیتوں کی تلاوت حد درجہ آسان اور بے حد سہل ہے۔ اکثر لوگوں کو یہ دونوں آیتیں یاد ہوتی ہیں۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم مذکورہ بالا فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے ان دونوں آیتوں کی تلاوت کا بکثرت اہتمام کریں۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ انسان قیام اللیل یا اس کے ثواب کے مساوی دیگر نیکیوں اور اعمال خیر کی انجام دہی میں سستی اور کاہلی کرے اور یہ خیال کرے کہ وہ قیام اللیل کے برابر ثواب دو آیتوں کی تلاوت سے پالیتا ہے۔ اس وجہ سے کہ ایک مومن کا منشاء اور مطلوب یہی ہوتا ہے کہ وہ ہمہ وقت رب تعالیٰ کی بندگی کرکے عبودیت میں اعلیٰ مقام حاصل کرے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ انسان ان تمام اعمال کی انجام دہی میں محنت اور جتن کرے۔

(۶) اخلاق کریمانہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”ان المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم“ یعنی مومن اپنے بہتر اخلاق کی وجہ سے رات میں قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کے مرتبے کو حاصل کرلیتا ہے“۔ اس حدیث کو امام مالک (1675)، امام احمد (19/76)، امام ابوداود (4798)، امام ابن حبان (480) اور امام حاکم (199) نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح الجامع (1620) میں صحیح قرار دیا ہے۔

بہتر اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ انسان لوگوں کے ساتھ بہتر معاملہ کرے، ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے، چہرے پر ہنسی ہو، ملنسار ہو، دوسرے کے حقوق کی رعایت کرے اور آداب اسلامی کو ہمیشہ ملحوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو ایمان کے بعد حسنِ اخلاق سے بہتر کوئی دوسرا زیور نہیں دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے بہتر اخلاق کی توفیق مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو آپ تکبیر کہتے، اس کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: ”ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين، لاشريك له ، وبذلك أمرت وأنامن المسلمين، اللهم اهدني لأحسن الأعمال وأحسن الأخلاق ، لايهدي لأحسنها الا أنت ، وقني سيئ الأخلاق ، لايقي سيئها الا أنت“ یعنی میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سبھی چیزیں رب دو جہاں کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو مجھے عمدہ عمل اور بہتر اخلاق کی توفیق ارزانی فرما، بہتر اخلاق کی توفیق سے تو ہی نواز سکتا ہے اور مجھے بداعمالیوں اور برے اخلاق واطوار سے بچا، صرف تو ہی برے اخلاق وعادات سے بچا سکتا ہے۔ اسے امام احمد (3/181)، امام مسلم (771)، امام ترمذی (3421)، امام نسائی (897)، امام ابوداود (760)، امام دارمی (1238)، امام ابن خزیمہ (462)، امام بیہقی (2172) اور امام یعلیٰ (285) نے روایت کیا ہے۔

یہی نہیں، اس خصلت اور زیور کی فضیلت کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بھی آئینہ دیکھتے تو آپ حسنِ اخلاق کی توفیق کے لئے دستِ دعا دراز کیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی آئینہ دیکھتے تو کہتے: ”اللهم كما حسنت خَلقي فحسّن خلقي“ یعنی اے اللہ! جس طرح سے تم نے مجھے عمدہ ساخت میں پیدا کیا ہے، اسی طرح سے تو میرے اخلاق کو عمدہ اور بہتر بنادے۔ اس حدیث کو امام احمد (14/281)، امام ابن حبان (959)، امام ابویعلیٰ (5075) اور امام طیالسی (374) نے روایت کیا ہے اور اسے شیخ البانی نے صحیح الجامع (1307) میں صحیح قرار دیا ہے۔

حسنِ اخلاق کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ خصلت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حد درجہ عزیز اور محبوب تھی بلکہ عمدہ اخلاق کا مالک قیامت

کے روز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان من أحبکم و أقربکم منی مجلسا یوم القیامة أحاسنکم أخلاقا'' یعنی تم میں میری نظر میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے روز سب سے قریب وہ انسان ہوگا، جس کے اخلاق سب سے عمدہ ہوں گے''۔اس حدیث کو امام احمد(23/13)، امام ترمذی(2018)،امام طبرانی نے المعجم الکبیر (10421)میں اورامام بخاری نے الأدب المفرد (272)میں روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح الترغیب والترھیب(2649)میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۷) بیواؤں اور مسکینوں کی خبرگیری اوران کے ساتھ بہتر سلوک کرنا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''الساعی علی الأرملة والمسکین، کالمجاهد فی سبیل الله، أو القائم اللیل الصائم النهار''یعنی بیوہ اور مسکین کی خبرگیری کرنے کا ثواب، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا رات میں قیام کرنے والے اور دن میں روزے رکھنے والوں کے ثواب کے مثل ہے''۔اس حدیث کو امام احمد(19/55)، امام بخاری(5353)، امام مسلم(2982)، امام ترمذی(1969)، امام نسائی(2577)، امام ابن ماجہ(2140)، امام ابن حبان(4245)اور امام بیہقی(12444)نے روایت کیا ہے۔

مذہب اسلام نے سماج کے دبے کچلے اور کمزور لوگوں کا حد درجہ پاس ولحاظ کیا ہے اوران کی معاونت ومناصرت اور نصح وخیرخواہی ہر مسلمان پر ضروری اور حتمی قرار دیا ہے۔ مذہب اسلام اپنے متبعین کو حکم دیتا ہے کہ وہ معاشرے کے کمزور طبقات کی خبرگیری کریں اور مالی معاونت کریں اور اس کی ضرورتوں کی تکمیل میں ممکنہ حدتک کوششیں کیا کریں لیکن اگر کوئی انسان فقیر محتاج، تنگ دست اور قلاش کو اپنے ذاتی پیسوں سے مدد نہیں کرپاتا تو ایسے انسان کو دل چھوٹا کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اگر وہ اس فقیر کی رہنمائی بعض مالداروں تک کردیتا ہے یا کچھ چندہ کرکے اسے دیتا ہے تو اس صورت میں بھی اسے بے پناہ نیکی اور ثواب حاصل ہوتا ہے بلکہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ ایسا کرنے والا انسان روزہ دار اور تہجد گزار کے مقام ومرتبہ کو حاصل کرلیتا ہے۔

(۸) جمعہ کے آداب کی رعایت: اوس بن اوس ثقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''من اغتسل یوم الجمعة وغسل وبکر و ابتکر ودنا واستمع وأنصت کان له بکل خطوة یخطوها أجر سنة صیامها و قیامها'' یعنی جس نے جمعہ کے دن خوب اچھی طرح سے غسل کیا اور صبح سویرے جلدی نکل کر مسجد کی طرف گیا، مسجد کی طرف جاتے ہوئے پیدل گیا اور اس نے سواری نہیں کی نیز امام سے قریب ہوکر بیٹھا، خطبے کو اچھے ڈھنگ سے سنا اور کسی طرح کا کوئی لغو کام نہیں کیا تو اس کے ہر ہر قدم کے بدلے ایک سال عمل کرنے، ان کے روزے رکھنے اوران کی راتوں میں قیام کرنے کا ثواب حاصل ہوگا''۔اس حدیث کو امام احمد(6/51)، امام ترمذی(496)، امام ابوداود(345)، امام نسائی(1381)، امام ابن ماجہ(1087) امام دارمی(1547)، امام حاکم(1041) اور امام ابن خزیمہ(1758) نے روایت کیا ہے۔اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح الجامع(6405)میں صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث پر غور کیجئے اور سوچئے کہ اگر کوئی انسان جمعہ کی عظمت کا پاس ولحاظ رکھتا ہے اور سابقہ حدیث میں مذکور آداب وسنن کو ملحوظ رکھتا ہے تو ایسی صورت میں اس انسان کو ایک، دو اور تین راتوں کے قیام کا ثواب حاصل نہیں حاصل ہوتا بلکہ اسے ایک سال نیکی اور کارخیر کرنے، ایک سال روزے رکھنے اور ایک سال قیام کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔ لہٰذا، تمام مسلمانوں کو جمعہ کے فرائض وواجبات، آداب وسنن اور نوافل و مستحبات کا مکمل طور پر پاس ولحاظ رکھنا چاہئے تاکہ اس فضیلت سے محظوظ ہوسکیں اور دنیا اور آخرت ہر دو جگہ میں سرخروئی سے ہمکنار ہوں۔

(۹) اللہ کی راہ میں ایک دن اور ایک رات کی پہرے داری کرنا: مشہور صحابیٔ رسول سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''رباط یوم و لیلة خیر من صیام شهر و قیامه وان مات جری علیه عمله الذی کان یعمله و أجری علیه رزقه و أمن الفتان'' یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن اور ایک رات کی پہرے داری مہینے بھر کے روزے اور قیام سے بہتر ہے، اگر وہ اسی حالت میں وفات پاجاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کے لئے اس کے عمل کا ثواب جاری رہے گا، اسے روزی بھی ملتی رہے گی اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ بھی رہے گا''۔اس حدیث کو امام بخاری(2892)، امام مسلم(1913)اور امام نسائی(3168)نے روایت کیا ہے۔

مذہب اسلام نے وطن اور ملک سے محبت اور اس کی حفاظت کی تعلیم دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی سرحدوں اور اسلامی ملکوں کی حفاظت پر بہت زیادہ ثواب اور عظیم نیکی کی خوشخبری سنائی ہے۔ سرحدوں کی نگرانی کرنے والا انسان اپنے سکھ چین کو چھوڑ کر وطن کے واسیوں کے لئے دشمن سے امن وامان اور حفاظت فراہم کرتا ہے، اسی وجہ سے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انتہائی فضیلت یافتہ عمل کی قدر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے انسان کو بے شمار نیکیاں حاصل ہوں گی، جن میں سے ایک اہم نیکی یہ ہوگی کہ ایسے شخص کو تہجد گزار کا ثواب حاصل ہوگا۔

(۱۰) انسان سونے سے پہلے رات میں تہجد پڑھنے کی نیت کرکے سوئے: ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا روایت کرتے ہیں: ''من أتی فراشه، وهو ینوی أن یقوم فیصلی من اللیل، فغلبته عینه حتی

یصبح کتب له ما نوی، وکان نومه صدقة علیه من ربه" یعنی جو کوئی شخص بستر پر سونے کے لئے آتا ہے اور وہ اس بات کی نیت کرتا ہے کہ وہ رات میں اٹھ کر قیام کرے گا۔مگر اس کی آنکھیں لگ جاتی ہیں اور طلوع صبح کے بعد ہی جاگ پاتا ہے تو اسے اس کی نیت کا ثواب ملے گا اور اس کی نیند ربِ تعالیٰ کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی۔اس حدیث کو امام نسائی (1787) اور امام ابن ماجہ (1344) نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے اسے صحیح الجامع (5941) میں حسن قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے حسنِ نیت کا اندازہ ہوتا ہے۔علمائے اصول فقہ نے اس جیسی حدیثوں سے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ بہتر نیت کی بدولت ایک انسان عادات کو بھی عبادات بنا سکتا ہے۔لہذا ایک انسان کو چاہئے کہ وہ ہمہ وقت اور تمام کاموں میں بہتر نیت کو شامل رکھے تاکہ وہ عبادات کے ثواب سے محظوظ ہو سکے۔

(۱۱) دوسرے لوگوں کو ان اعمال کی تعلیم دیں، جن کا اجر وثواب قیام اللیل کے ثواب کے مساوی اور مثل ہے: مشہور حدیث ہے "من دل علی خیر فله مثل أجر فاعله" یعنی جو کوئی شخص کسی کو خیر وبھلائی کی راہ بتائے تو اسے اس کام کو انجام دینے والے کی طرح ثواب حاصل ہوگا۔اسی وجہ سے اگر کوئی انسان دوسروں کو نیک کاموں کی تعلیم دیتا ہے اور کچھ لوگ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اس کی انجام دہی کرتے ہیں تو پھر اسے اس پر عمل کرنے والوں کے مساوی ثواب حاصل ہوتا ہے۔لہذا، ہر انسان کو خیر اور اسلامی احکامات کا داعی ہونا چاہئے، تاکہ وہ اس کے مثل ثوابوں کو بآسانی اور سہل طریقے سے حاصل کر سکے۔یہی حال قیام اللیل اور تہجد کا بھی ہے کہ ایک انسان کو بہرحال قیام اللیل اور تہجد جیسے اسلامی احکامات وفرامین اور ہدایات وتعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کی سعی بلیغ اور بھرپور کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہر مسلمان تہجد کی ادائیگی کا از خود عادی بن جائے۔بہرحال یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ تہجد اور قیام اللیل کے لئے لوگوں کے درمیان وعظ ونصیحت کرنا بے پناہ فضیلت یافتہ عمل ہے بلکہ اگر کوئی انسان آپ کی تبلیغ کے مطابق عمل کرتا ہے تو آپ کو بھی اس کے تہجد کے مثل ثواب حاصل ہو جائے گا۔

یہ رہے، بعض وہ اعمال جن کی انجام دہی کو سرورِ کائنات، آخر رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک فرمان میں بتایا ہے کہ ان کا ثواب قیام اللیل کے ثواب کے مساوی اور برابر ہے اور بتایا ہے کہ اگر کوئی انسان ان اعمال کی ادائیگی کرتا ہے تو اسے قیام اللیل جیسے مہتم بالشان عمل کے ثواب کے برابر ثواب حاصل ہوگا، یہی نہیں وہ ان اعمال کی انجام دہی کے ذریعے اپنے ربِ تعالیٰ کو راضی کر سکتا ہے اور اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنا سکتا ہے۔لہذا ہر انسان کو ان اعمال کے اہتمام پر توجہ دینی چاہئے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے بارِ الہا تو ہمیں ان اعمال کی انجام دہی کی توفیق عطا فرما۔آمین

☆☆☆

اہل حدیث ریلیف فنڈ

سیلاب زدگان کے لیے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی

ہمدردانہ اپیل

کیرالہ میں سیلاب کی وجہ سے لاکھوں افراد اپنا گھر بار چھوڑ کر عارضی کیمپوں میں پناہ گزیں ہیں اس کے علاوہ دوسرے بعض صوبے بھی سیلاب سے متاثر ہیں۔جن کی مدد کرنا ہمارا دینی، ملی، وانسانی فریضہ ہے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اپنی قدیم تاریخی روایت کے مطابق بے گھر اور اجڑے ہوئے افراد کے لیے ریلیف وراحت کا کام کر رہی ہے۔

تمام اصحاب خیر اور صاحب ثروت حضرات سے اپیل ہے کہ حسب استطاعت سیلاب زدگان اور انتہائی مصیبت میں پھنسے لوگوں کی اعانت میں حصہ لے کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اپنی تمام ذیلی شاخوں سے بھی اپیل کرتی ہے کہ خصوصی توجہ فرمائیں۔

نوٹ: چیک اور ڈرافٹ مندرجہ ذیل کے نام ہی بنوائیں۔اور بھیجی ہوئی رقم کی مدات کی وضاحت فرمائیں۔جزاکم اللہ خیرا

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind,

A/c 629201058685, ICICI Bank (Chandni Chowk Branch.RTGS/NEFT IFSC Code-ICICI0006292

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔٦

Ph. 23273407, Fax No. 23246613

اپیل کنندگان

اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

علماء کے احترام کی اہمیت اوران کی فوقیت

تحریر: د محمد اسماعیل المقدم
ترجمہ: عبدالمنان سلفی شکراوی اہل حدیث منزل، دہلی

علماء کی عزت وتوقیر اور اہل فضل کا اکرام واحترام سلف صالحین کا شیوہ رہا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ننزل الناس منازلهم. (سنن ابوداؤد، مسند بزار) (ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ جس مقام ومرتبہ کے مستحق ہیں ہم انہیں وہ دیں۔) اسلام نے اپنے ماننے والوں کو علماء کی عزت وتوقیر کی ترغیب دی ہے۔سنن ابوداؤد ہی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان من اجلال الله اكرام ذي الشيبة المسلم وحامل القرآن غير الغالي فيه والجافي. ترجمہ: اللہ کی تعظیم یہ بھی ہے کہ بوڑھے مسلمان کی عزت کی جائے اور قرآن پڑھنے پڑھانے والے کی بھی، جو اس میں غلو نہ کرتا ہو اور نہ اسے ترک کرتا ہو۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تم کسی جوان کو مشائخ علماء کے درمیان بولتے دیکھو گرچہ اس کے پاس وافر علم ہو تو اس سے کسی خیر کی امید نہ رکھو کیونکہ اس میں شرم وحیاء کی کمی ہے۔'' اس لیے کم سنوں کو علماء ومشائخ کے درمیان گفتگو سے احتراز کرنا چاہیے یہ ان کے احترام کے منافی اور تکریم کے خلاف ہے۔

امام خلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبل، امام ابوعوانہ کی حدیث سننے کے لیے تشریف لائے تو میں نے کوشش کی کہ امام احمد بلند جگہ پر بیٹھ جائیں لیکن انہوں نے بلند جگہ بیٹھنے سے انکار کر دیا بلکہ ایک شاگرد کی طرح محدث خلف کی نشست سے پست جگہ پر بیٹھنا پسند کیا۔امام خلف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے بار بار کوشش کی کہ اوپر بیٹھاؤں لیکن انہوں نے منع کر دیا اور کہا کہ میں آپ کے سامنے ہی بیٹھوں گا کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جس سے ہم علم سیکھ رہے ہیں ان کے یہاں عاجزی وانکساری اختیار کریں۔

اسی طرح قاضی احمد بن ابراہیم بن حماد مالکی رحمہ اللہ کی سب سے بڑے قاضی ہونے کے باوجود امام طحاوی کے پاس ان کی تصانیف سننے کی غرض سے آمد ورفت برابر رہتی ۔ایک بار اتفاق سے ایک شخص قاضی صاحب کی موجودگی میں امام طحاوی سے فتویٰ دریافت کرنے آیا تو انہوں نے یہ کہنے کے بجائے کہ میرا مسلک یہ ہے کہا کہ قاضی صاحب جو اسی مجلس میں تشریف فرما تھے کا مسلک یہ ہے۔سائل نے کہا کہ میں قاضی صاحب کا مسلک پوچھنے نہیں آیا بلکہ آپ کا مسلک دریافت کرنے آیا ہوں۔تو جواب دیا کہ میرا مسلک بھی یہی ہے۔سائل نے دوبارہ سوال دہرایا۔انہوں نے پھر وہی جواب دیا تو قاضی صاحب سے نہ رہا گیا اور کہا کہ آپ اپنی رائے انہیں بتائیے۔تب امام طحاوی نے کہا: قاضی صاحب نے جب اجازت دے ہی دی ہے تو میں اپنا فتویٰ دیتا ہوں۔

حکیم بن قیس بن عاصم سے منقول ہے کہ ان کے باپ نے وفات پاتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی: اللہ سے ڈرو! اور اپنے بڑے کو تاج پہناؤ کیونکہ لوگ جب بڑے کو تاج پہنائیں گے تو وہ اپنے باپ کے خلف بن جائیں گے اور اگر چھوٹے کو تاج پہنائیں گے تو ان کی اس سے توہین ہوگی۔مطلب یہ ہے کہ بڑے کی رعایت کرو اور اس کو آگے بڑھاؤ کیونکہ اگر لوگ بڑے کو تاج پہنائیں گے یعنی سردار بنائیں گے تو وہ اچھے کارناموں میں ان کے باپ کے قائم مقام ہو جائے گا۔اسی طرح چھوٹے کو بنائیں گے تو ان کے ہم عمر لوگ انہیں حقیر سمجھیں گے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے، برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔

فضل بن موسیٰ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن مبارک ایک پُل کے پاس پہنچے تو میں نے کہا: آگے بڑھئے۔وہ مجھ سے کہنے لگے آپ آگے بڑھئے۔میں نے حساب لگایا تو میں ان سے دو سال بڑا نکلا۔کہنے کا مطلب یہ کہ لوگ چھوٹے بڑے تمام امور میں عمر کا لحاظ کرتے تھے۔

یعقوب بن سفیان سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر ملی کہ صالح کے دونوں بیٹے حسن اور علی جڑواں بھائی تھے۔چونکہ جڑواں کی بھی ولادت ایک ساتھ نہیں ہوسکتی ان میں بھی دنیا میں آنے میں کوئی ایک پہلے ہوگا تو وہ ہی بڑا ہوگا چاہے چند منٹ ہی کا فرق ہو۔اس حساب سے حسن بڑے تھے اس لیے جب بھی وہ دونوں ساتھ ہوتے تو علی ہمیشہ ان سے نیچے بیٹھتے اور اسی فرق کی وجہ سے ان کے سامنے ادبًا بولتے نہ تھے۔

ابراہیم ادہم رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جب محفل میں کوئی کم عمر شخص بات کرتا تو ہم اس سے کسی خیر کی امید نہ رکھتے تھے اور کہتے کہ یہ کامیاب نہ ہوگا کیونکہ بدخلق ہے۔امام احمد کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ جب

کوئی شیخ یا نوعمر قبیلۂ قریش یا ان کے علاوہ اشراف میں سے آتا تو ان سے پہلے مسجد سے نہ نکلتے چنانچہ اس طرح وہ ہی آگے رہتے پھر آپ نکلتے۔مروزی کہتے ہیں کہ میں نے انہیں دیکھا کہ ان کے پاس عبداللہ بن المبارک کا غلام آیا تو ان کے لیے تکیہ ڈال دیا اور ان کی تکریم کی۔یعنی امام احمد رحمہ اللہ نے ابن المبارک کے غلام ہونے کی وجہ سے ان کے غلام کی بھی تکریم کی۔امام مروزی یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ اپنے بھائیوں اور اپنے سے عمر رسیدہ لوگوں کی تعظیم سب سے زیادہ کرتے تھے۔ایک دفعہ ان کے پاس ابو ہمام گدھے پر سوار ہو کر آئے تو امام صاحب نے اس کی لگام تھام لی۔اپنے سے بڑے مشائخ کے ساتھ آپ کا یہی دستور تھا۔بکر بن عبداللہ مزنی فرمایا کرتے تھے: جب تم اپنے سے بڑے کو دیکھو تو اس کی تعظیم کرو اور اپنے جی میں کہو کہ وہ مجھ سے پہلے مسلمان ہوا اور نیک عمل کا سلسلہ مجھ سے پہلے شروع کیا۔اور اسی طرح جب اپنے سے چھوٹے کو دیکھو تو اس کی بھی تعظیم کرو اور اپنے جی میں کہو کہ یہ اس لیے قابل تعظیم ہے کہ میں اس سے پہلے گنہگار رہوا۔

قرآن پڑھنے پڑھانے والا بھی قابل تعظیم وتکریم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **خیر کم من تعلم القرآن وعلمه**“ (تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔) اس میں طالبین علم کے سب سے اونچے طبقہ کی وضاحت ہے۔علماء اور طلبہ میں سب سے زیادہ عزت واحترام کے لائق وہی ہیں جن کا قرآن کریم سے شغف ہو، قرآن خود پڑھتے ہوں اور دوسروں کو پڑھاتے ہوں کیونکہ سب سے بہتر کلام، اللہ کا کلام ہے۔اسی طرح نبیوں کے بعد لوگوں میں سب بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سے وابستہ ہو بشرطیکہ اس کا یہ مشغلہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہو۔قرآن والوں کے حق میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گواہی بہت بڑی بات ہے۔

شریعت مطہرہ میں قرآن سے شغف رکھنے والوں کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔وہ قرآن کا جتنا اہتمام کریں گے نیز انہیں جتنا زیادہ قرآن یاد ہوگا اتنا ہی انہیں برتری وپیشوائی حاصل ہوگی۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار کسی کو امیر بنانے کی ضرورت پیش آئی تو سب سے دریافت کیا کہ کس کو کتنا کتنا قرآن یاد ہے؟ جب کسی نے سورہ بقرہ پڑھ کر سنادی تو اس سے فرمایا: تم ہی ان کے امیر ہو!۔ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **یؤم القوم أقرأهم**۔(مسلم) یعنی نماز میں لوگوں کی امامت وہی کرائے جس کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی مجلس مشاورت، بوڑھے اور جوان کی تمیز کے بغیر، قراء (حفاظ) حضرات ہی پر مشتمل ہوتی تھی۔(بخاری) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس شوریٰ یا ہمنشینی کے لیے جن لوگوں کو منتخب فرماتے تھے ان کی عمر کا خیال نہیں کرتے تھے بلکہ اس بات کا اہتمام کرتے کہ وہ قراء وحفاظ ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان للہ اھلین من الناس قالوا: یا رسول اللہ : من ھم؟: قال: أھل القرآن ھم اھل اللہ وخاصته.** (ابن ماجہ) ترجمہ: لوگوں میں اللہ والے دو ہیں۔صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون ہیں؟ فرمایا: قرآن والے ہی اللہ والے اور اس کے خاص الخاص ہیں۔“

قرآن سے شغف رکھنے والوں کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب شہدائے احد کو اجتماعی قبروں میں دفن فرماتے ہوئے پوچھتے تھے کہ ان میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے؟ چنانچہ زیادہ قرآن یاد رکھنے والے کو پہلے قبر میں اتارتے۔(بخاری)

قاعدہ کلیہ ہے کہ کئی صورتوں میں شرعی حکم کی خلاف ورزی سے حرمت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔یعنی بعض نافرمانیوں کا ارتکاب جب ایک طرف سے ہو رہا ہے تو یہ ایک گناہ ہے لیکن اسی نافرمانی کا ارتکاب کئی پہلوؤں سے ہوگا تو یہ گناہ بہت بڑا ہوجائے گا۔مثال کے طور پر اگر کسی انسان کا ایک پڑوسی ہے تو اس کے لیے ایک تو پڑوس کا حق ہے دوسرا مسلمان ہونے کا، اگر رشتہ دار ہے تو رشتہ داری کا بھی حق۔لہٰذا ایسے پڑوسی کو تکلیف دینے کا گناہ کسی اجنبی پڑوسی یا غیر مسلم پڑوسی کو تکلیف دینے کے گناہ کے مقابلے میں بڑا ہوجائے گا۔اس فارمولے کو آپ اس طرح کے دیگر امور میں بھی لاگو کرسکتے ہیں۔گزشتہ گفتگو مسلمانوں میں سب سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز لوگوں یعنی اہل علم، دین کے معاملے میں اہل بصیرت کے حقوق کی وضاحت کی تمہید تھی، وہ ان حقوق یعنی اسلام کا حق، عمر درازی کا حق، حامل قرآن کریم ہونے کا حق مزید برآں اس علم کا حق جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سرفراز فرمایا ہے۔یہ تمام حقوق خاص طور سے علم کا حق ہم پر لازمی وضروری قرار دیتا ہے کہ ہم ان کا پوری طرح پاس ولحاظ رکھیں، ان کا احترام کریں۔اہل علم کی جب ہم بات کرتے ہیں تو اس سے کسی خاص زمان ومکان کے اہل علم مراد نہیں ہوتے بلکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے لیکر موجودہ زمانے کے سارے علماء مراد ہوتے ہیں۔الغرض علماء کی عزت وتوقیر ہے، ان کے حقوق وآداب ہیں جن کا خیال رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

بشکریہ ہفت روزہ الفرقانِ شمارہ: ٩٦٨

☆☆☆

خاندانی تعلقات اسوہ حسنہ کی روشنی میں

نسرین فاطمہ
ریسرچ اسکالر۔شعبہ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

خاندان انسانی تعلقات کی ایک ایسی کڑی ہے جو آپس میں ایک دوسرے سے اتحاد کے اوپر ٹکی ہے اور جسمیں آپس کے لوگوں کی کچھ قربانیاں، ایک دوسرے پر بھروسہ اور ایک دوسرے کی عزت افزائی آپس کا اتحاد اور محبت ملی جلی ہوتی ہے۔ خاندان کا تصور بغیرہ اتحاد ومحبت کے ممکن ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر یہ بات ودیعت فرمائی ہے کہ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا، معاشرے میں رہنے کے لئے اسے کچھ لوگوں سے تعلقات کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس کے بغیر وہ خود کو لاچار اور بے بس محسوس کرتا ہے۔ خاندان میں کسی بھی انسان کے خونی یا قریبی رشتہ دار شامل ہوتے ہیں، اللہ تبارک تعالیٰ نے اسلامی نظام زندگی میں خاندان اور قبائل کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (۱)

خاندان ہی سماج کی بنیاد ہے اسی کے ذریعہ ایک اچھا معاشرہ وجود میں آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاندان اور معاشرے کے وجود کے لئے سب سے پہلے شادی بیاہ کرنا، انسان کی طبعی اور فطری ضرورت قرار دیا بلکہ یہ خدا کی طرف سے دیا ہوا ایک انعام ہے کیونکہ اسکے بنا نہ دنیا آباد ہوسکتی ہے اور نہ نسل انسانی باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہی آپس میں میل محبت پروان چڑھ سکتی ہے۔ اسی لئے شادی کرنے کی ترغیب پر نبی آخر الزماں نے خاص توجہ فرمائی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''النکاح من سنتی۔ فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ

ترجمہ: اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں انکو بیویاں اور نہیں ہوا کسی رسول سے کہ وہ لے آئے کوئی نشانی مگر اللہ کے اذن سے ہر ایک وعدہ ہے لکھا ہوا۔ (۲)

میاں بیوی کے درمیان میں محبت اور الفت ایک فطری چیز ہے۔ جس کو اللہ نے ہر جوڑے کے اندر رکھا ہے، اسی کے ذریعہ وہ اپنی نسل کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اور ایک خاندان کی شکل میں آپس میں مل جل کر رہتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ

ترجمہ: اور اللہ کی آیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے جوڑے بنادئے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔ زوجین کو خاندانی نظام کی اکائی بلکہ بنیاد قرار دیا اور اسمیں رحمت ومحبت ودیعت کی جس کے ذریعہ ایک اچھا خاندان وجود میں آتا ہے۔ (۳)

خاندان شوہر بیوی، اولاد، والدین اور دیگر رشتہ داروں سے وجود میں آتا ہے۔ ایک اچھا خاندان تب ہی وجود میں آتا ہے جب اسمیں رہنے والے افراد آپسی رضامندی اور میل محبت سے رہ سکیں کسی پر کسی قسم کا زور اور دباؤ نہ ہو، گھر کے ہر فرد کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع فراہم ہو اور وقت بے وقت پر قربانی کا جذبہ بھی پایا جائے، ہر کسی کو کچھ نہ کچھ ذمہ داری سونپی جائے اور اسکو بہ خوبی انجام دیا جائے۔ جن دو افراد سے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کی رضامندی سے ساتھ میں رہیں۔ اسی لئے عام زندگی میں رضامندی اور اجازت نہایت ضروری ہے۔ اسی وجہ سے عورت کا نکاح اسکے اذن کے بغیر جائز نہیں اس سلسلے میں فریقین کو ایک دوسرے کا ایک نظر دیکھ لینا بھی ضروری ہے۔ تاکہ یہ رضامندی قلب وشعور کے اندر سے ہو اور حقیقت پر مبنی ہو۔ نکاح کے سلسلے میں حضور ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا تھا ''فانظر الیھا فانه اجدر ان یودم بینکما''

ترجمہ: اس عورت کو ایک نظر دیکھ لو کیونکہ اس طرح تمہارے اندر دائمی محبت استوار رہنے کی قوی امید ہے۔ (۴)

اسکے بعد گھر اور خاندان کو صحیح معنوں میں اور اسکی فضا برقرار رکھنے کے لئے اسلام نے مرد کو نان ونفقہ اور عورت کو گھر اور بچوں کی ذمہ داری کا سربراہ بنایا ہے۔ اور عورت کو اس بات کا بھی حکم دیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم رکھے اور نہ ہی ایسے افراد کو گھر میں آنے دے جس کو ناپسند کرتا ہے۔ کسی بھی خاندان کے خوشگوار ماحول کے لئے ضروری ہے کہ اسکے ہر فرد میں وفاداری اور ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنے کی صلاحیت بھی ہو کیونکہ اگر چھوٹی چھوٹی بات پر

ان بن ہوتی رہے گی تو گھر کا ماحول خراب ہوگا خاندان آپس میں بٹ کر رہ جائے گا۔

کسی بھی خاندان کا سربراہ گھر کا بزرگ ہی ہوتا ہے جس طرح جہاز کی سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ اسمیں ایک ہی قیادت ہو اسی طرح خاندان کی سلامتی کے لئے بھی کسی ایک کی قیادت کا وجود پایا جائے ساتھ ہی ہر کسی کو اپنی رائے رکھنے کا حق بھی دیا گیا ہے کیونکہ اگر گھر کا ہر فرد اپنی من مانی کرے گا اور اپنے الگ الگ اصول اور قاعدے بنائیگا تو خاندان یا گھر کبھی امن وسکون حاصل نہیں کر سکے گا۔ اسی لئے ہر کام اور عمل میں تنظیم و قیادت ضروری ہے تب ہی زندگی میں کچھ حاصل ہو سکے گا۔ اسکے علاوہ گھر کے سربراہ کا با اخلاق اور ضابطہ پسند ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی رہنمائی صحیح ڈھنگ سے کر سکے۔

خاندان ہی وہ گھوارہ ہے جہاں آنے والے کل کے پاسبان پرورش پاتے ہیں اس لئے خاندان کا ماحول جتنا اچھا ہوگا انکا آنے والا مستقبل بھی ویسا ہی ہوگا۔ اسلام انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو روشنی بخشتا ہے۔ صرف نماز، روزہ، زکوۃ، حج، دعوت و تبلیغ تک اسلام کی روشنی نہیں پھیلی ہے بلکہ یہ انسانوں کو اس راستے پر گامزن ہونے کی ہدایت کرتا ہے جس پر چل کر حضرت محمد ﷺ نے ہمارے لئے راہیں ہموار کر دی ہیں اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسوہ کامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (۵)

اسلام نے خدمت خلق، حقوق انسانی، حقوق اقرباء، رہن سہن اور معاشرے کو صرف ایک اہم جز نہیں بلکہ نیکی کا جامع تصور قرار دیتا۔ کیونکہ نیکی کے اصل معنی ہی ادائیگی حقوق کے ہیں۔

گھر یا خاندان پر خرچ کرنا بھی نیکی میں شامل ہے۔ یعنی گھر میں جتنے افراد رہتے ہیں سب کی ضروریات پوری کی جائیں، کسی کو کسی حق سے محروم نہ کیا جائے، سب کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو''۔ (۶)

اہل وعیال پر خرچ کرنے کے سلسلہ میں قرآن کا ارشاد ہے یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْم'' (البقرہ:۲۱۵)

ترجمہ: لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے۔ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر رشتہ داروں پر یتیموں پر مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔

خاندان کے ماحول کو بہتر بنائے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپس میں محبت و شفقت ہو ایک دوسرے کی عزت کا بھی خیال رکھا جائے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے، عن عبدالله بن مسعود قال سألت النبی ﷺ اىُّ العمل أحبُّ الى الله قال الصلوٰة علی وقتها قال ثم أىُّ قال برالوالدين قال ثم أىُّ قال الجهاد فی سبيل الله۔ (۸)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: نمازوں کو اپنے مقررہ وقت پر پڑھنا: میں نے کہا اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے کہا اسکے بعد: آپؐ نے فرمایا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اسکے علاوہ آپؐ نے اولاد کے حق کے سلسلے میں فرمایا ''حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا 'جس کے یہاں کوئی اولاد ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کا اچھا سا نام رکھے اسے ادب سکھائے پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اسکا نکاح کر دے۔ (۹)

لڑکیوں کی پرورش پر آپؐ نے خاص رحمت کو بیان فرمایا۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کی پرورش پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص بیٹیوں کی وجہ سے کسی آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ ہوں گی۔ (۹)

اسلام نے اپنے گھر اور خاندان کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلے میں حدیث عائشہؓ وارد ہوئی ہے: عن عائشہؓ عن النبی ﷺ قال الرحِمُ شجنة من الله وصلها وصله الله و من قطعها وطعه الله.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ناطہ رشتہ اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کوئی اسکو جوڑے گا، میں بھی اس سے جوڑوں گا اور جو کوئی اسکو قطع کرے، میں بھی اس سے قطع تعلق کروں گا۔ (۱۱)

خاندانی اور عائلی نظام میں اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اسوۂ رسولؐ خاندان اور رشتہ داروں کے حقوق وسلوک کے معاملے میں انسان کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہر شخص اپنی طرف سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرتا رہے اور خاندان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتا رہے اب اسکے لئے ضروری نہیں کہ اسکا بدلہ ملے یا نہیں۔ بس اپنی طرف سے کسی کے حق میں کوتاہی نہ کرے اور خود کو اسوہ رسولؐ کا پیکر بنائے اگر ہر شخص اپنے ذمہ عائد ہونے والے حقوق وفرائض کو پورا کرے تو ہر شخص تک اسکے حقوق اپنے آپ پہنچتے رہیں گے کیونکہ اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ ایک مربوط اور کشادہ خاندان کی تشکیل عمل میں آئے اور اسی کے لئے اسلام نے متعدد احکام بیان کئے ہیں جن کے ذریعہ خاندان کے باہمی تعلقات کو مضبوط اور مربوط بنایا جائے۔

مغرب اور اسلام کے تصور خاندان میں بنیادی فرق یہی پایا جاتا ہے کہ مغرب میں خاندان کی بنیاد صرف مرد اور عورت کے جوڑے پر مبنی ہے جسمیں انکے کچھ نابالغ بچے شامل ہوتے ہیں اور بالغ ہونے پر والدین سے الگ ہو جاتے ہیں اور والدین کا ان سے زیادہ تعلق نہیں رہتا لیکن اسلام میں خاندان کی بنیاد گرچہ میاں بیوی پر ہے مگر

انکے ساتھ ماں باپ بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، بھائی بہن، چچااور دیگر اقارب بھی خاندان کی تشکیل میں شریک رہتے ہیں، اسلام میں خاندان کا تصور بہت وسیع ہے۔ اسی لئے آپؐ نے باکرہ عورت سے نکاح کی ترغیب دی ہے حدیث رسولؐ ہے ”عن معقل بن یسار قال: جاء رجل الیٰ رسول اللہ ﷺ، فقال: انی اصبت امرأۃ ذات حسب و منصب، الاانھالاتلد، فاتزوجھا؟ فنھاہ‘ ثم اتاہ الثانیۃ، فنھاہ‘ ثم اتاہ الثالثۃ، فنھاہ، فقال: تزوجواالولود الودود فانی مکاثر بکم“(۱۲)

ترجمہ: ایک آدمی رسولؐ کے پاس آیااور کہا کہ مجھ کوایک عورت شریف اور مرتبہ والی ملی لیکن اسکواولادنہیں ہوتی کیا میں نکاح کرلوں اسکے ساتھ آپؐ نے منع کیا۔ پھر دوبارہ وہ آپؐ کے پاس آیا پھر آپؐ نے منع کیا۔ پھرتیسری بار وہ شخص آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے پھرمنع کیااور فرمایاتم ایسی عورت سے نکاح کروجوزیادہ بچے پیدا کرنے والی اورمحبت کرنے والی ہو۔

اس حدیث سے ظاہر ہے نکاح کا مقصد خاندان اور معاشرے کو آگے بڑھانا ہے۔ خاندان کی بنیادہی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے خاندان نہیں ہوگا تو انسانی نسل فنا ہوجائے گی اسی وجہ سے اسلام نے خاندانی زندگی کو اتنی اہمیت بخشی ہے کیونکہ جو کام باہمی مشورہ اور ایک دوسرے کے تعاون سے عمل میں آتا ہے وہ کوئی بھی شخص تن تنہا نہیں کرسکتا۔ دین اسلام انسانی زندگی کی دو بنیادیں فراہم کرتا ہے، پہلی بنیاد یہ ہے کہ انسان اور اسکے معبود کے درمیان تعلق مضبوط ہو دوسری بنیاد یہ ہے کہ انسان کے انسانوں کے ساتھ تعلقات قائم اور بہتر ہوں۔

اسلام کے اسی قانون خانگی کے تحت پوری دنیا میں 15 مئی کو ہر سال عالمی یوم خاندان کی حیثیت سے منایا جاتا ہے۔ جس کے منانے کا مقصد ظاہر ہے کہ خاندان کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔

لیکن آج حالات حاضرہ کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر جگہ اور ہر گھر میں یہ بات ایک فیشن کے طور پر پھیل رہی ہے کہ جتنا چھوٹا خاندان ہوگا اتنا خوشحال ہوگا اور اسی کے تحت ہر کوئی اپنے خاندان کو کم کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے اولاد پیدانہ کرنے کے نئے نئے ذرائع آج کل بازار میں مہیا ہیں جس کو تقریباً زیادہ تر لوگ اپنے عمل میں لارہے ہیں اور بچوں کی پیدائش کو کم کررہے ہیں۔

مغربی دنیا تو رشتوں کی تہذیب کو بہت پہلے ہی بھلا چکی ہے۔ انکے یہاں تو انسانیت کے ساتھ خونی رشتہ داروں کی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اسی کے تحت مغرب اب اپنی اسی تہذیب کو پوری دنیا میں رائج کرنا چاہتا ہے اور آج کی یہ نئی نسل بہت تیزی سے مغرب کے اس جال میں پھنستی جارہی ہے اور انکی بنائی ہوئی چیزوں کو بخوشی قبول کررہی ہے اور ہمارے آج کے اسلامی معاشرے میں بھی رشتوں کا کوئی پاس ولحاظ نہیں رہا ماں باپ کی نافرمانی، بھائی بھائی کا دشمن بن بیٹھا ہے، باہمی حسد وبغض عام ہے۔ رشتے آپس میں بالکل کمزور ہوچکے ہیں، طلاق عام ہوچکی ہے۔ اگر آج کے معاشرے کے ان ناگزیر حالات پر غور کیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ سب اسلئے ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کی تعلیمات سے دوری اختیار کی جارہی ہے کیونکہ رسول ﷺ کی زندگی انسانوں کے لئے قیامت تک فلاح و بہبود کا ذریعہ ہے اور نمونہ زندگی ہے۔ جب تک انسان اس پر عمل پیرا رہے گا۔ امن وسکون سے رہے گا۔ اور ایک ایسا خاندان وجود میں آئیگا جس کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں برقرار رہے گی۔

حوالہ جات: ۱۔سورۃ حجرات، آیت نمبر۱۳۔ ۲۔(سورۃ الرعد ۳۸) ۳۔سورۃ الروم ۔۲۱۔ ۴۔(کتاب النکاح باب اباحۃ النظر قبل التزویج صفحہ ۴۰ نسائی ج دوم) ۵۔سورۃ احزاب آیت ۲۱) ۶۔سنن ترمذی، صحیح ابن حبان ۷۔سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۔۲۱۵(صحیح بخاری صفحہ ۸۸۲۔ کتاب الادب) ۹۔(بیھقی فی شعب الایمان) ۱۰۔(بخاری 1418، مسلم 2629) ۱۱۔(صحیح بخاری صفحہ ۸۸۷ باب من وصل وصلہ اللہ) ۱۲۔نسائی ج ثانی، ص۔۵۹ کتاب النکاح

☆☆☆

اتحاد ابناء السّلفیہ، بنارس کا ایک روزہ سالانہ

اجلاس عام

سال گزشتہ کی طرح امسال بھی اتحاد ابناء السّلفیہ، بنارس کا سالانہ اجلاس عام مؤرخہ ۲۷/اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز سنیچر بعد نماز عشاء عید گاہ اہل حدیث، للہ پورہ، سگرا، بنارس منعقد ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ پروگرام کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

زیر سرپرستی: جناب مولانا احسن جمیل صاحب مدنی/امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث، بنارس۔ صدارت: جناب مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی/ناظم اعلی جامعہ سلفیہ، بنارس۔ اسماء مقررین:

جناب مولانا ظفرالحسن صاحب مدنی/داعی عالم اسلام، شارجہ

جناب مولانا رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی/دہلی

جناب مولانا جلال الدین صاحب قاسمی/مالیگاؤں

جناب مولانا عبدالغفار صاحب سلفی/بنارس

آپ تمام حضرات سے التماس ہے کہ اس خالص دینی اجلاس میں کثیر تعداد میں شرکت کریں۔

نوٹ: بیرونی مہمانوں کے لیے طعام کا معقول انتظام رہے گا۔ خواتین کے لیے پردہ کا انتظام رہے گا۔

منجانب: اراکین اتحاد ابناء السّلفیہ، بنارس ۱۸/ستمبر ۲۰۱۸ء

بموقع ۳۴ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

ملکی قیام امن میں رفاہی اداروں کا کردار

محمد فاروق محمد الیاس سلفی

ایک خوشگوار اور کامیاب معاشرہ کے لئے امن واطمینان انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر زندگی کا سکون اور معاشرتی راحت ناممکن اور بعید ہے، اسی لئے اسلام نے انسانوں کو ہر شعبۂ زندگی میں امن وامان اور سکون واطمینان قائم کرنے کا حکم دیا ہے، امن کسے کہتے ہیں اس کا مفہوم کیا ہے؟ تو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں: ”مختلف ڈکشنریوں اور انسائیکلوپیڈیا زکی روشنی میں امن کا مفہوم یوں متعین کیا جاسکتا ہے۔“ آسودگی قلب، داخلی اطمینان وسکون، ہیجانی کیفیات سے نجات حاصل کرنا، معاشرتی اعتبار سے باہمی تعاون واشتراک، سازگاری کی عمومی فضا، حقوق وفرائض کی متوازن ادائیگی اور معاشرتی حسن وخوبی اس کے مفہوم میں شامل ہے“۔

یوں امن عالم (جس کا تصور اسلام نے دیا ہے) صرف جنگ وقتال کی عدم موجودگی ہی کا نام نہیں رہ جاتا بلکہ یہ انسان کی انفرادی، معاشرتی، مذہبی واخلاقی اور بین الاقوامی زندگی میں اطمینان اور بے خوفی کے وسیع مفہوم کو سمیٹے ہوئے ہے۔(پیغمبر امن ص ۸)

دنیا کے اندر پائے جانے والے تمام ادیان کے اندر امن کا تصور پایا جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہر مذہب ودین کے پیروکاروں نے اپنے انداز سے امن کا تصور پیش کیا ہے، لیکن مذہب اسلام نے جو امن کا تصور پیش کیا ہے اس کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔

دنیائے انسانیت پر اسلام اور پیغمبر اسلام کے جہاں بے شمار ولاتعداد احسانات ہیں وہیں ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ اس کائنات کو ان کے لئے امن ومحبت کا گہوارہ بنایا۔ اور انسانوں کے دلوں میں محبت اور پیار، امن وآشتی کے جذبات کو پروان چڑھایا اور ایک دوسرے کو امن وسکون کے ساتھ رہنے کی تلقین کی، امن کی فضا کو سازگار رکھنے کی تعلیم دی اور بدامنی کے خاتمہ کے لئے تمام تر تدبیریں اور طریقہ کار بتلائے اور ماحول ومعاشرہ کو پرسکون بنائے رکھنے، انسانوں کو راحت واطمینان پہنچانے اور امن وسلامتی کو پھیلانے کی ہدایات سے نوازا کیونکہ مذہب اسلام امن وسلامتی، صلاح وفلاح، ایثار وہمدردی، عیادت وتعزیت، غمخواری وغم گساری، انفاق فی سبیل اللہ اور خدمت خلق کا دین ہے جس کا پیغام اور نظام، فلاح معاشرہ اور اصلاح انسانیت ہے، کتاب وسنت کے احکام اور تعلیمات کا مطالعہ کریں یا عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے نظام کا مشاہدہ کریں تو انفاق فی سبیل اللہ اور خدمت خلق کی کارروائیوں اور سرگرمیوں کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام میں اس نوع کی تمام امدادی رفاہی، اصلاحی، فلاحی اور سماجی سرگرمیوں کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہے، اسلام کی تہذیبی خدمات میں ایک بہت نمایاں خدمت انسانیت کی فلاح وبہبود کے کام کو مذہبی عبادت کا درجہ دینا اور خدمت خلق کی ذمہ داری کو روحانی بلندی کا ذریعہ قرار دینا بھی ہے یہی نہیں بلکہ یہاں تو بھوکے جانوروں کو چارہ ڈال دینا اور پیاسے جانوروں کو پانی پلا دینا، آخرت میں نجات کا ذریعہ ٹھہرایا گیا ہے۔

محترم حضرات! دنیا میں امن وامان، سکون واطمینان اور راحت قائم کرنے اور انھیں پروان چڑھانے کے لئے اسلام نے جہاں اور بہت سارے طریقے بتلائے وہیں پر ایک طریقہ رفاہی خدمات کا بھی بتلایا ہے۔ دنیا میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر امن وامان قائم کرنے میں رفاہی خدمات اور اس سے متعلق اداروں کا بڑا کردار رہا ہے۔ آپ قرآن مجید کی سورہ ملک آیت نمبر۲ سورہ حج آیت نمبر۷۷، سورہ آل عمران آیت نمبر۹۲، سورہ حشر آیت ۹، سورہ بقرہ آیت نمبر۲-۳، ۲۱۹، ۲۷۱، ۲۷۷، سورہ دہر آیت نمبر۸، سورہ توبہ آیت نمبر۶۰ کے مضامین وموضوعات پر توجہ دیجئے اور اندازہ لگایئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت اور فیض رسانی کے بعد مخلوق کو اپنے اموال کے استعمال اور خرچ کرنے کا کونسا راستہ تجویز کرتا ہے۔ انھیں مخلوق خدا کی خدمت اور مستحقین کی امداد کے لئے کیسے اسلوب میں توجہ دلاتا ہے۔ ان احکام اور ترغیبات کا ایک نقشہ ہمیں عہد رسالت کے مکی دور کے تیرہ سالوں اور مدنی عہد کے دس سالوں میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے زمانہ قبل نبوت میں بھی چالیس سال تک ایک ایسے طرز عمل اور سیرت کا نمونہ پیش کیا ہے جو مخلوق خدا کی خدمت، رفاہ عامہ کے اقدامات، قبائل کے درمیان اصلاحی اور تعمیری کاوشوں اور مظلوموں کی دادرسی پر مشتمل ہے۔ عنفوان شباب میں حلف الفضول جیسے تاریخی معاہدے میں شرکت، پینتیس سال کی عمر میں تعمیر کعبہ کے دوران حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر حکیمانہ روش اور حرب الفجار میں قبائل کو کشت وخون سے نجات دلانے کی تدابیر تو اجتماعی نوعیت کی خدمات ہیں۔ نبی کریم نے مکہ اور مدینہ کے اندر رفاہی خدمات انجام دے کر پوری دنیا والوں کے لئے ایک مثالی نمونہ قائم کیا اور اپنے متبعین کو اسے اپنانے کی تاکید کی۔ اس کا سادہ طریقہ یہ تھا کہ ضرورت کے وقت رسول اکرم ﷺ مسلمانوں سے صدقات وخیرات دینے کو فرماتے اور اس کی ترغیب دلاتے اور ہر شخص اپنی بساط بھر بلکہ اکثر حالات میں اس سے زیادہ اسلامی فنڈ عطیہ دیتا اور اس سے ضروری کام نکل جاتا اسلام نے اخوت وبھائی چارے اور ہمدردی کے جو جذبات پیدا کئے تھے وہ از خود لوگوں کو اپنے بھائیوں کی مدد کرنے پر اکساتے تھے۔ اسلامی ریاست اور مسلمانوں کی مدد کرنے کے لئے جب بھی مطالبہ کیا گیا انصار ومہاجرین نے عطیات پیش کئے اور جب بھی کوئی ہنگامی صورت حال پیدا ہوئی مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور باہمی تعاون کے ذریعہ مشکل امر کو حل کرنے کی کوشش کی۔

آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جملہ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین

ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے اس میں ایک قائدانہ رول ادا کیا۔ سماج ومعاشرہ میں جب اور جہاں بھی ارضی وسماوی مصائب ومشکلات پیدا ہوئیں تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر متاثرین کو امداد فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور ضرورت مندوں کی اشک سوئی اور انھیں زندگی گزارنے کا نیا حوصلہ عطا کیا اور سماج میں امن وامان قائم کرنے کی تگ ودو کی۔ ایک طرف اگر حضرت ابوبکرؓ راتوں کو جاگ کر بصارت سے محروم عورت کی خدمت کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری جانب حضرت عمرؓ جیسا بارعب جرنیل اور خلیفہ اپنے سروں پر اشیاء خوردنی اٹھا کر ضرورت مند بدو شخص اور اس کے بچوں کے آنسو پوچھتا دکھائی دے رہا ہے۔ راتوں کو بھیس بدل کر عوام الناس کے حالات دریافت کرنے اور رعایا کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کا جو کارنامہ حضرت عمرؓ نے انجام دیا اس طرح کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر نظر آتی ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک رفاہی خدمات کا سلسلہ چلا آرہا ہے جن کا امن وامان کے قیام میں بڑا کردار رہا ہے۔

آج بھی ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بہت سارے رفاہی ادارے اور تنظیمیں قائم ہیں جو اپنی بساط بھر پوری دنیا کے اندر مختلف میدان میں رفاہی خدمات انجام دینے میں لگی ہوئی ہیں۔ خود ہمارے ملک ہندوستان میں بھی بہت سے ایسے رفاہی ادارے ہیں جو رفاہی خدمات انجام دے کر ملک کے اندر امن وامان قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں، وہ ادارے مذہبی بھی ہیں اور سیاسی بھی جن کی ایک لمبی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے اندر پائے جانے والے تمام مذاہب کے ماننے والوں کے پاس مختلف ناموں سے رفاہی ادارے موجود ہیں جو اپنی بساط بھر خدمت خلق انجام دے رہے ہیں۔ اسلامی تنظیموں میں سے جو رفاہی خدمات انجام دے رہی ہیں ان میں سے ایک مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہے۔

(ا) **مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند**: یہ ہندوستان کے اہل حدیث مسلمانوں کی مرکزی تنظیم ہے جو اپنے قیام سے ہی دعوت واصلاح، تنظیم وتربیت، علم وتحقیق، نشرواشاعت، تنظیم واحصایئات اور تعمیرات ورفاہ عامہ جیسے اہم محاذوں پر بھرپور جدوجہد کرتی آرہی ہے، شعبۂ رفاہ عامہ کے تحت ملک کے مختلف گوشوں میں آفات سماویہ وارضیہ کے مواقع پر اور ملک کے اندر وقوع پذیر ہونے والے فسادات کے موقع پر رفاہی خدمات انجام دے کر ملک میں امن وامان قائم کرنے میں اس تنظیم کا بڑا کردار رہا ہے اور تمام اہم قومی وملی معاملات میں بھی جمعیت اہل حدیث ہند سرگرم عمل رہی ہے، سماج کے اندر پائی جانے والی متعدد خرابیوں مثلاً دہشت گردی، فرقہ وارانہ منافرت، تشدد واشتعال انگیزی، شراب نوشی، منشیات، رشوت، حق تلفی کالابازاری، فحش کاری اور دیگر منکرات کو ختم کرنے اور رواداری، بھائی چارگی اور امن وامان کو قائم کرنے کا حتی الوسع درس دیتی رہی ہے۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407 فیکس: 011-23246613

زخم جگر کسے دکھائیں؟

رفیع احمد سڈنی آسٹریلیا

ایک اہل حدیث فاضل اور دانشور نے اپنے مضمون میں الزام لگایا کہ سعودی یونیورسٹیوں سے پڑھنے والے اہل حدیث علماء کے اثر سے نوجوان متشدد ہو گئے ہیں، اور اتحاد امت میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔ مضمون نگار اس الزام کو صحیح نہیں سمجھتا، یہ مضمون اسی پس منظر میں لکھا گیا ہے۔

یاد آتا ہے ابھی جلد ہی ایک موذن کے بارے میں کہیں پڑھا تھا کہ وہ ایک اہل حدیث مسجد کی خدمت کر رہے تھے، ذمہ داران مسجد کے حساب سے، مغرب اور فجر کی نماز کا وقت معین کیا گیا، موذن نے اس کے مطابق اذان دی، جب اس وقت اذان دی گئی تو پتہ چلا کہ محلے کی دوسری مسجدوں میں، مغرب کی اذان کم وبیش ۵ منٹ بعد ہوتی ہے اور فجر کی اذان پہلے... محلّہ میں احناف کی بریلوی شاخ کے ماننے والوں کی اکثریت تھی، ان کے نوجوانوں کو اکسایا گیا، یا وہ خود ہی تیار ہو کر مسجد اہل حدیث پہنچے، اور مطالبہ کیا کہ اس وقت پر اذان نہ دی جائے، ورنہ خطرناک نتائج برآمد ہوں گے، مؤذن نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ ایک دن عین اذان کی حالت میں یہ ''مجاہدین'' مسجد میں گھس گئے، اور مؤذن کو مار مار کر لہولہان کر دیا... مجھے یاد نہیں آرہا تھا کہ یہ واقعہ کہاں پڑھا۔ تصدیق کے لئے مدد چاہی تو پتہ چلا یہ تو مشہور واقعہ ہے، کہیں دور دراز کے دیہات کے بجائے، عروس البلاد ممبئی کے نواح میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ اور ممبرا کی مسجد عثمان ابن عفان امرت نگر کے مؤذن اس کی زد میں تھے۔ یہ بھی نوٹ کر لیں کہ یہ مؤذن عام قسم کا یا گمنام آدمی نہیں تھا، جو حالات سے مجبور ہو کر یہ کام کر رہا تھا، بلکہ یہ ایک معروف شخص تھا، پہلے نامی گینگسٹر رہ چکا تھا، توفیق الٰہی سے تائب ہو کر مسجد کی خدمت میں لگ گیا تھا۔

جب یہ چیز ممبئی جیسے شہر میں ہو سکتی تو قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں، اس کی بازگشت بہت ساری جگہوں پر سنائی دیتی ہے۔ کالونی میں، اہل حدیثوں نے کئی سالوں کی جدوجہد کے بعد، ایک چھوٹی سی مسجد بنائی (KDA) میں۔ چند مہینے پہلے کانپور میں تھا، جاج مئو کی کے ڈی اے ہے۔ ان کو بھی یہی مشکل درپیش تھی، وقت پر اذان دینے پڑ رہے تھے۔ کانپور ہی کے دو واقعات، جو مختلف نوعیت کے ہیں سن لیجئے، شجاعت گنج میں بہت زمانہ سے اہل حدیث بڑی تعداد میں بستے ہیں۔ یہ یہاں کیسے بسے ہیں اس کا پس منظر بھی دیکھ لیں۔

مولانا محمد عبداللہ کانپوری لکھتے ہیں: جامع مسجد کانپور میں، جب دو غیر مقلدین کے پیشواؤں نے سر اٹھایا، آمین بالجہر میں شور وشر کرنا شروع کیا۔ اس وقت مقلد بنو نامی نے ان کا مقابلہ کیا، اور برسر راہ مارپیٹ ہوئی۔ دونوں غیر مقلدین مقدمہ بعدالت پہنچایا مقدمہ خارج ہو گیا، بنو مقلد بری ہو گیا، پھر ڈپٹی راجہ کشن داس صاحب خود جامع مسجد میں تشریف لائے، اور اپنے روبرو اسی وقت کھڑے کھڑے غیر مقلدین کو نکلوا دیا، پھر اسی وقت سے اب تک بلکہ تمام شہر میں اس لا مذہب فرقے سے امن وامان ہے۔ بستی بابر شجاعت گنج جنگل میں آمین بالجہر کے ساتھ شور وشر مچاتے ہیں۔ مجموعہ مولود شریف ص ۱۴۹۔ یاد رہے مذکورہ کتاب ۱۹۲۲ عیسوی میں مطبع مجیدی کانپور سے چھپی ہے۔ یعنی قریب قریب ایک سو سال پہلے۔ اسی شجاعت گنج میں اہل حدیث کی ایک مسجد ہے، جو بڑی مسجد کے نام سے مشہور ہے، اس کی تعمیر سنہ ۱۲۹۵ ہجری (تقریباً ۱۸۷۴ عیسوی) میں ہوئی تھی، اس میں ایک مدرسہ بھی چل رہا ہے۔ الحمد للہ فی الحال مسجد کی تعمیر نو ہو رہی ہے۔

اسی محلّہ میں ایک اور اہل حدیث مسجد تھی، جو نسبتاً چھوٹی تھی، اس کی تعمیر غالباً ۱۹۰۶ء میں ہوئی تھی، بیس پچیس سال پہلے مسجد کے قریب رہنے والے دیوبندی حضرات نے اس پر بزور قبضہ کر لیا۔ مسجد میں اہل حدیث نمازی پھر بھی آتے رہے، انہیں روکنے کی کوشش کی گئی، یا کم از کم آمین رفع یدین سے باز رہنے کی ہدایت، جب مسجد میں آنے والے اہل حدیث نمازی باز نہیں آئے تو ۴ یا ۵ سال پہلے، ایک بار مسجد کے دروازے بند کر کے اہل حدیث نمازیوں کی جم کر پٹائی کی گئی.. یہ سب کچھ وہاں کے ایک مشہور دیوبندی عالم کی سرپرستی میں ہوا...ان صاحب کو حال ہی میں دیوبندیوں نے قاضی شہر اور جمعیت علماء ہند نے صوبے کا صدر بنا دیا ہے۔ مسجدوں پر قبضہ کی بھی خوب رہی، یہ عجیب شوشہ ہے۔ سرسری طور سے ایک بار مولانا ابوالقاسم فاروقی سے اس بات کا تذکرہ ہوا تو مولانا نے بتایا کہ احمد آباد میں رکھیال روڈ پر اہل حدیثوں نے مسجد بنائی، دیوبندیوں نے قبضہ کر لیا، اندور میں صرف ایک مسجد پچھلی بازار میں تھی اہل حدیثوں کی تعداد بڑھی اور خوب بڑھی، نئی مسجد بنی، تو دیوبندیوں نے راتوں رات مسمار کر دیا، اب شائد دوسری جگہ تعمیر کی گئی۔ یاد رہے کہ پچھلی بازار والی مسجد کے بانی میاں صاحب کے شاگرد تھے، میاں صاحب کے کئی خطوط ان کے نام تھے۔ یہ تو مولانا نے اپنے معلومات سے سرسری طور سے تذکرہ کر دیا مجھے کئی احباب نے بتایا کہ الہ آباد کے نواحی میں اہل حدیثوں کی بنائی ہوئی چند مسجدوں پر دیوبندی احباب نے قبضہ کر لیا ہے۔ دہلی کی کئی مسجدیں جو ۱۹۴۷ء تک اہل حدیثوں کی تھیں۔ دوسروں کے قبضہ میں ہیں۔ ممبئی کی کئی مسجدوں کے بارے میں یہی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

خیر آئیے اب تاریخ کے دریچہ سے بھی جھانک لیں، جب تحریک شہیدین کے اثر سے کچھ لوگ شرک وبدعت سے تائب ہو کر حدیث پر عامل ہوئے، آمین بالجہر اور رفع یدین سے نماز پڑھنی شروع کی، تو ''صلح پسند'' برادران احناف نے مارپیٹ شروع کر دی، اور پھر مقامی پولیس کے ذریعہ، نقض امن کے جرم میں کورٹ کچہری تک گھسیٹ کر، انھیں مسجدوں سے روک دیا، مجبوراً اہل حدیثوں کو بھی اپنا دفاع کرنا پڑا... اس کی روداد ان مقدموں کی مسلون میں موجود ہے جن کو ایک کتاب کی شکل میں ''فتوحات اہل حدیث'' کے نام سے جمع کر دیا گیا ہے۔ ہماری جماعت کے مشہور قلم کار اور دانشور مولانا رفیق رئیس سلفی صاحب نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ مگر جس انداز اور سیاق وسباق میں کیا ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

آج بنارس مدنپورہ میں مسجد ''طیب شاہ'' موجود ہے، اہل حدیثوں نے تعمیر کی اورانھیں کی تولیت میں ہے، جامعہ رحمانیہ کے دارالاقامہ میں میرا ابھی دوسال قیام رہا، پنج وقتہ نماز کے لئے اسی مسجد میں جاتے تھے،شاندار مسجد لگتا تھا، اہل حدیث ہمیشہ اسی طرح آرام سے نماز ادا کرتے رہے ہوں گے۔ہمیں اس وقت تو علم بھی نہیں تھا کہ ہمارے مدرسہ جامعہ رحمانیہ کے مغرب میں جو بڑی اورشاندار مسجد ''علوی کی مسجد'' کے نام سے معروف ہے،اس مسجد میں ابتدائی دور کے اہل حدیثوں کو کس طرح ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔

مار پیٹ کران ہی پر مقدمہ بنایا گیا، داستان بڑی دردناک ہے...مقدمہ کی مسل دستیاب ہے، ہر شخص پڑھ سکتا ہے...مسجد کے بانی کے قریبی رشتہ دار (داماد) رمضان کو تین جمعہ میں آئے اور آمین رفع یدین سے نماز پڑھنے کی وجہ سے،۲۲/اگست ۱۸۸۴ء کو بری طرح زدوکوب کیا گیا۔ پولیس آئی تو الٹا انھیں کو دوساتھیوں سمیت مسجد سے نکال دیا۔اور لوکل کورٹ نے سب کچھ ریکارڈ پر ہونے کے باوجود انھیں کو نمازیوں کے ''ایذارسانی'' کے جرم میں دفعہ ۲۹۶ کے تحت ملزم قرار دیا، ان کے دونوں ساتھی بھی شریک جرم قرار دیئے گئے، اور ہر ایک پر ۲۵ روپئے جرمانہ، یا ایک مہینہ کی قید کی سزا مقرر ہوئی۔ ہر انصاف پسند کو یہ روئیداد مقدمہ ضرور پڑھنی چاہیے۔ بالآخر یہ مقدمہ الہ آباد ہائی کورٹ کی فل بنچ کے سامنے گیا۔اس بنچ میں خوش قسمتی سے جسٹس محمود بھی شامل تھے، انہوں نے دوسرے ججوں سے مختلف فاضلانہ فیصلہ دیا۔تب جاکر مظلومین کو امان ملی۔ بہرحال لگتا ہے کہ مسجد طیب شاہ کے بعد جماعت اہل حدیث نے ڈگری کے باوجود اس مسجد کو چھوڑ دیا۔ یہ مسجد اب بریلویوں کے قبضہ میں ہے۔مقدمات کے سلسلہ میں یہ بات نوٹ کے قابل ہے کہ جسٹس محمود اس مقدمہ کے علاوہ، مقدمہ میرٹھ ۴/نومبر ۱۸۸۹ء اور مقدمہ جلال الدین پورہ (غلطی سے بہت سی جگہوں پر جلالی پورہ لکھا ہوا ہے) مسجد ۵/نومبر ۱۸۸۹ میں بھی شامل تھے۔ان کے یہ تینوں فیصلے بعد میں نظیر کے طور پر استعمال ہونے لگے۔اور مفید ثابت ہوئے۔مقدمات کی یہ مسلین نہ پڑھیں لیکن معلوم کرنا چاہئیں، کہ اس وقت کیا ہورہا تھا، تو کانپور کے بریلوی عالم محمد عبداللہ کانپوری کے بیان کو پڑھ لیں، وہ ایک دوسرے حنفی عالم محمد وزیرالدین صاحب دہلوی کے بارے میں بتاتے ہیں، کہ انہوں نے ان سب واقعات (اہل حدیثوں پر مار پیٹ) کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں۔مولانا خوب داد تحقیق سے جہاں جہاں جس شہر اور مقام میں یہ لوگ فساد کرنے کی وجہ سے نکالے گئے، جرمانے دیئے گئے، گرفتار ہوئے تحریر کیا ہے''۔مجموعہ مولود شریف ص ۱۴۷

اس کے بعد ایسے اٹھائیس (۲۸) واقعات کا ذکر ہے۔ پہلے دو واقعات میں تو اہل حدیثیت کی تہمت میں سنہ ۱۲۹۵ ہجری اور سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں مکہ سے نکالے جانے والے علماء اور اعیان کا ذکر ہے۔تیسرے نمبر پر شہر آنولہ ضلع بریلی میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل ہے۔ میں صرف یہی ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں: ''جمعہ ماہ ربیع الاخری سن ۱۲۹۷ھ کو ایک غیر مقلد سے ساکنان آنولہ نے، مسائل آمین بالجہر وغیرہ دریافت کیے، اس نے شرک وبدعت کا دروازہ کھول دیا، اس وقت مقلدین نے ایک عجیب نحو سے، ضرب یضرب کا باب صرف کیا، اور یہاں تک شدومد کی کہ مثل کسرہ وفتحہ ریش مبارک کے بال ریزہ ریزہ ہوگئے''۔حوالہ مذکور ص ۱۴۷۔۱۴۸)

اللہ کرے اس بیان میں چھپی ہوئی اذیت پسندی کو آپ بھی محسوس کرسکیں، ہائے یہ بے شرم ظالم کس فخر، لذت، اور شوق سے اس اذیت ناک واقعہ کا ذکر کررہا ہے۔اگر آپ نے ''ضرب'' کے ساتھ ''شدومد'' اور ''کسر فتح'' ریش مبارک کو نہ سمجھا ہو تو آنکھ بند کرکے یہ تصور کریں ایک اکیلے باریش شخص کو پورے گاؤں کی بھیڑ، گھیر کر مارنے لگتی ہے، اور گھسیٹ گھسیٹ کر مارتی ہے، ہڈی پسلی تو ٹوٹی ہی ہوگی، ان مجاہدوں نے داڑھی کے بال تک اکھاڑ ڈالے۔(اللھم عاملھم بما یستحقون)

دوسروں کا پتہ نہیں، پر میں تو جب بھی اس واقعہ کو پڑھتا ہوں، میری آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں، آج ہندتوا کے نام سے مشتعل ہجوم جس طرح مسلمانوں کو قتل کررہا ہے کیا یہ کیفیت اس سے ذرا بھی مختلف ہے؟ تکلیف تو سوچ کر یہی ہوتی ہے، مگر جب تاریخ اہل حدیث کا ادراک رکھنے والے دانشور، انہی پاک روحوں پر طنز کا تیر برسائیں کہ مسجدوں کا معاملہ کورٹ تک پہنچا دیا اور انگریزوں کی سازش کا شکار ہوگئے، تو درد کچھ اور سوا ہوتا ہے...اللھم استر

یہ ہے اصل منظر اور پس منظر ان مقدمات کا جن کا ذکر ''فتوحات اہل حدیث'' میں ہے، آج ہمارے دانشور اس کتاب اور اس میں درج مقدمات کا ذکر بڑی حقارت سے کرتے ہیں۔ عجب بات ہے کہ عقیدہ کے مسائل میں تجاوز کے لئے، جس مولانا امرتسری مرحوم کی ذات سے سند پکڑتے ہیں، یہ دانشور بھول جاتے ہیں کہ یہ کتاب انہی مولانا کی جمع اور شائع کی ہوئی ہے۔ چھوڑیے میں کہاں ماضی میں چلا گیا، بات تو حال کی ہے، جہاں اب بھی قصوروار صرف اہل حدیث ہی ہیں...سیاق وسباق سے ہٹ کر معاملات پر نظر ڈالیں تو یہی نتیجہ نکلے گا۔

آیئے کانپور ہی کا ایک اور واقعہ سنادوں، جمعیت اہل حدیث نے روپم چوراہے کے پاس مسجد کے لئے زمین خریدی، مسجد بنانے کا پلان تھا، محلّہ والوں نے مخالفت کی، شدید دھمکیاں دینی شروع کیں، ہر طرح کی رکاوٹ پیدا کی، اور زور ڈالا کہ زمین ہمارے حوالہ کردیں، جمعیت نے مجبوراً خاموشی سے وہ زمین بیچ دی۔ایک اور زمین جو کرنیل گنج میں ہے اس میں بھی یہی مسئلہ ہے، زمین کی ملکیت کے باوجود باؤنڈری کرنے میں لالے پڑے ہیں۔صرف تین طرف سے باؤنڈری بن سکی ہے، اب اس باؤنڈری کی تکمیل بھی مشکل ہوگئی ہے۔

یہ واقعات تازہ تازہ چند سالوں کے اندر واقع ہوئے ہیں، مجھے ایک اور واقعہ یاد آرہا ہے جو نسبتاً پرانا ہے، جامعہ سلفیہ بنارس میں تعلیم کے آخری سالوں میں ایک بار رمضان میں مشرقی یوپی کے ایک شہر میں جانا ہوا، غالباً ۱۹۷۵ء یا ۱۹۷۶ کی بات ہے، یہ سفر محترم مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ کے اصرار پر ہوا تھا، کہ ان کے مدرسہ کے لئے تعاون حاصل کیا جائے، بہرحال ایک رات فرمائش ہوئی کہ تقریر کرو، موضوع دیا گیا "اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا" بات شہادت (گواہی) پر ہوئی، اب پوری تفصیل تو یاد نہیں تاہم شہادت کا معنی اس کے اقسام اور سورہ بقرہ کی آیت "وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُھَدَآءَ الخ کے ساتھ سورہ حج کی آیت مِنۡ قَبۡلُ وَفِیۡ ھٰذَا لِیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَھِیۡدًا عَلَیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وغیرہ کی روشنی میں بیان ہوا، شہادۃ علی الشہادہ کا ذکر بھی ہوا، لوگ خوش ہوئے، میں کوئی مقرر نہیں تھا، تقریر کرنی تو خیر اب بھی نہیں آتی، مگر کئی لوگوں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔رات ۱۲ یا ۱ بجے کے قریب شور سنائی دیا، پتہ چلا کہ احناف نے اہل حدیث نوجوانوں پر حملہ کردیا۔میں نے کسی عورت کی زبان سے سنا کہ آج مسجد میں جو تقریر ہوئی ہے اسی پر جھگڑا ہوا ہے، میں نے اپنے آپ کو مورد الزام ٹھہرایا، لیکن آج تک

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جو بات میں نے کہی تھی اس میں غلط یا اشتعال انگیز بات کیا تھی؟

ابھی حال ہی میں کسی نے ایک بریلوی جلسے میں پڑھی جانے والی نظم کی کلپ بھیجی تھی، ایک بندیاد رہ گیا، ''اورنجدی کے لئے لوہے کا سریا'' یہ شعر سن کر اسٹیج پر موجود علماء سمیت پورا پنڈال جھوم اٹھا۔ تشدد کی مبینہ ترغیب پر ہر شخص خوش تھا۔ تمام بریلوی علماء کا یہی حال ہے، ان حضرات کی تقریریں بھی، الا ماشاء اللہ، چند گنے چنے مسائل پر ہوتی ہیں، ان مسائل کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، چند بزرگوں کی نام بنام تکفیر پر ہی زور خطابت صرف کیا جاتا ہے، یہ تقریریں بھی ''اپنے باپ کے نطفہ سے ہو'' جیسی شریف تعبیروں سے شروع ہوتی ہیں، اور ''اصل باپ کی اولاد ہو''، پر ختم بھی ہوتی ہیں کسی کو شبہ ہو تو یوٹیوب پر موجود ان کی تقریریں سن لے۔

جو احباب ہمارے مقررین سے نالاں، اور ہمہ وقت ان کی سختی سے شاکی ہیں، ان سے مؤدبانہ گزارش ہے کبھی زحمت کر کے ایک نظر ان ''نفوس قدسیہ'' کے ملفوظات پر بھی ڈال لیں، ہمارے مقررین جن کا مقابلہ کرتے ہیں بین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔ تشدد، بدزبانی مار پیٹ کے جو واقعات آئے دن پیش آ رہے ہیں، اگر ان کو ریکارڈ کرنے کی کوشش کی جائے، تو ان کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر جائے گی۔ یہ سب انیسویں یا بیسویں صدی کی ابتداء کے واقعات نہیں، بلکہ یہ سب کچھ تو اکیسویں صدی میں ہو رہا ہے۔ فخر کی بات یہ ہے کہ شاید ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، جس میں اہل حدیث نے کسی کو اپنی مسجد میں آنے سے روکا ہو۔ خود ہی بریلوی مکتب فکر کے علماء نے اپنے عوام کو پورے طور سے (الا ماشاء اللہ) تیار کر لیا ہے کہ ہماری مسجدوں سے دور رہیں کیونکہ ہماری مسجدوں میں ان کی نماز ہی جائز نہیں۔

ہماری مسجدیں تو الگ رہیں ان میں سے کچھ مسکین تو حرمین شریفین میں بھی ائمہ کے پیچھے باجماعت سے گریز کرتے ہیں۔ گزشتہ سال لکھنؤ سے ہمارے ایک عزیز مولانا عبدالحنان صاحب حفظہ اللہ، جو مولانا فاروقی کے جامعہ سلفیہ میں کلاس میٹ رہ چکے ہیں، حج پر تشریف لے گئے، میں عزیزیہ میں ان کی قیام گاہ پر ملنے گیا۔ ان کے کمرہ میں پیلی بھیت، ایٹہ وغیرہ کے کچھ دوسرے حجاج بھی تھے۔ مغرب کی اذان ہوئی، ہم دونوں مسجد کے لئے نکلے۔ میں نے دوسرے حجاج کے بارے میں سوال کیا، تو بتایا کہ یہ لوگ سعودی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، نہ عزیزیہ میں نہ حرم میں۔ مولانا نے بتایا کہ یہ حضرات جب تنعیم سے عمرہ کرنے جاتے ہیں تب بھی حرم میں بھی نماز باجماعت نہیں ادا کرتے۔ نماز کے وقت بیٹھ کر بیڑی پیتے ہیں اور فخر سے اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ ہے بدنصیبی کی حد۔ یہ تو بریلوی حضرات ہیں، رہے پڑھے لکھے دیوبندی، تو ہماری مسجدوں میں نماز کے سلسلہ میں ان کا موقف بھی یہی ہے، کہ اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز نہیں، فتاوی دارالعلوم دیوبند میں مختلف فتوے ہیں، جلد دوم کے صفحات ۱۴۳، ۲۷۵، ۲۸۳، ۲۹۱ دیکھ لیں، سب کا مفہوم یہی ہے کہ (سوال: جو لوگ آمین بالجہر کہتے ہیں، اور رفع یدین کرتے ہیں، اور سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں، اور ائمہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتے، کیسے ہیں؟) جواب ہے: اکثر گمراہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ غیر مقلدین زمانہ حال کے احوال سے مشاہدہ ہے۔ (پھر اہل حدیث کی مزید چند خودساختہ صفات بیان کر کے حکم ہوتا ہے) ایسے لوگ اہل سنت والجماعۃ میں داخل نہیں، اور نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے، البتہ جن غیر مقلدین کا اختلاف فروعی مسائل میں ہیں وہ اہل سنت میں داخل ہیں اور نماز ان کے پیچھے بشرط مراعاۃ فی مواقع الاختلاف، درست وصحیح ہے'' فتاوی ۲/۲۹۱۔

غور کریں، پہلے اہل حدیث گمراہ، پھر اہل سنت سے خارج، لیکن اگر کوئی ایسا مل گیا جو سارے نقوص سے پاک ہے، تو اس کے پیچھے بھی نماز، چند شرائط کے ساتھ ہی جائز ہوگی۔ سارے تحفظات کا مقصد وہی ہے جو بریلوی کہتے ہیں۔ وضاحت اس فتوی میں ہے، سوال تھا: فاتحہ خلف امام، ورفع یدین، وآمین بالجہر کا عامل اگر خود جماعت کرادے الخ، جواب ہے: ''ایسے شخص کی امامت فی نفسہ جائز ہے۔ لیکن بعض وجوہ خارجیہ کی وجہ سے ناجائز ہے'' فتاوی ۲/۲۸۳۔ جاننے والے تو جانتے ہی ہیں کہ بات یہ نہیں کہ ہمارے نوجوان ان کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ نہیں، بات یہ ہے کہ بریلوی یا دیوبندی حضرات آج بھی اپنی مسجدوں میں ہمیں نماز پڑھنے کی، بادل ناخواستہ بھی اجازت نہیں دیتے۔ بمبئی جماعت کے ایک نوجوان عالم بتاتے ہیں کہ بمبئی میں ۲۰۰ کے قریب اہل حدیث مسجدیں ہیں تقریبا تمام کی تمام اس وقت بنائی گئی ہیں۔ جب دیوبندی حضرات نے بھی ان کو اپنی مسجدوں میں آنے سے منع کیا۔ یہ تو دیوبندی حضرات کا حال ہے، رہے بریلوی تو خیر، ان حضرات کا موقف ذکر ہو چکا ہے اور سب کو معلوم ہے، برطانیہ جیسی جگہ میں بھی، اس کا مظاہرہ کرنے سے باز نہیں آتے۔ ان کی مسجدوں کے دروازے تو اہل حدیثوں پر ہمیشہ سے بند ہیں۔ اب ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے بے قرار حضرات سے گزارش ہے کہ آپ کو ہمیں لکچر دینے کے بجائے، دوسرے سے منت سماجت کرنی چاہیے، کہ حضور ہمیں شرف بخشیں اور اپنی امامت میں نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

حال سے اٹھ کر ایک بار پھر ماضی میں چلے چلتے ہیں، ہر اہل حدیث گاؤں میں ایسی حکایتیں مل جائیں گی جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں، ہمارے خاندان میں ایک واقعہ مذاق میں سنایا جاتا تھا، میرے والد نے بتایا کہ ''ایک بزرگ'' پڑھاؤ میاں کے نام سے معروف تھے، ہر سال تبلیغ کے لئے آتے، ہم لوگ شوق سے ان کی خدمت کرتے اور پیر دابتے، انہوں نے بتایا کہ بانسی کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کر رہا تھا، آمین زور سے کہی تو کسی نے ایک تھپڑ مارا، میں نے دوبارہ ''آمین'' کہی اور پھر ایک تھپڑ کھایا، تیسری بار پھر ''آمین'' کہی، اور اس شخص نے مارنا چاہا، تو قریب کھڑے ہوئے نمازی نے کہا: مت مار یہ بے حیا ہے۔ سوال کرنے پر ان بزرگ نے کہا کہ ''مجھے اس شخص سے کوئی شکایت نہیں، اس کی وجہ سے مجھے اس حدیث پر عمل کرنے کا موقعہ مل گیا، جس میں تین بار آمین کی بات کی گئی ہے موصوف نے یہ روایت حصن الحصین میں دیکھی تھی، روایت یہ ہے رایت رسول اللہ ﷺ دخل فی الصلاۃ فلما فرغ من فاتحۃ الکتاب قال آمین ثلاث مرات الطبرانی المعجم الکبیر (۲۲/۲۲) روایت تو ضعیف ہے پر ان کو علم نہیں تھا، وہ خوش تھے کہ اسی بہانہ حدیث پر عمل کر لیا، یعنی گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا۔

اب ماضی سے نکل کر پھر حال میں آجائیں، ماضی کے حالات سے سخت گھٹن کا احساس ہو رہا ہے، موضوع تکلیف دہ مگر اس کو چھوڑ دینا تو حل نہیں۔ معروف عالم دین مولانا ابوالقاسم فاروقی پریوا نرائن پور کے رہنے والے ہیں، پریوا اہل حدیث کا گڑھ ہے، ڈاکٹر عبدالرحمٰن فریوائی حفظہ اللہ بھی اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ عبدالرحمٰن صاحب نے اسے اپنے نام کا حصہ بنا کر پوری دنیا میں متعارف کرا دیا ہے، یہ اور بات ہے کہ انہوں نے اس پر اپنا گہرا چھاپ چھوڑ کر پریوا کو ''فریوا'' بنا دیا۔ بہرحال بات

فاروقی صاحب کی ہے کہ جب وہ بنارس میں رہنے لگے تو وہیں نواب گنج میں گھر بنالیا، خوش تھے کہ محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی سہولت تو ہوگی، لیکن مولانا نے جب گھر بنایا توان کے بقول بھائی مولانا شفاء اللہ رحمانی حفظہ اللہ کے ایک شاگرد نے گھر آکر مجھ سے کہا کہ مولانا مسجد میں آپ نماز نہ پڑھئے گا، کوئی روکے گا، یا گالی دے گا تو ہم سے سنا نہ جائے گا، لڑائی ہوگی، لوگ کہیں گے کہ وہابی نے آکر محلّہ کو دو گروپ میں تقسیم کردیا مولانا نے مزید بتایا کہ اگر کبھی میرا کوئی بچہ گیا بھی تو اس کے ساتھ بدسلوکی کی گئی ایک دیوبندی رئیس کو سلام نہ پڑھنے پر اتنا مارا کہ وہ اللہ کو پیارا ہوتے ہوتے بچے، مقدمہ آج بھی چل رہا ہے۔

پندرہ سال بعد پھر اجازت مانگی، تو کہتے ہیں کہ میٹنگ کرکے بتائیں گے یہ مولانا کا تجربہ ہے، میں نے انہی کے الفاظ میں نقل کردیا ہے آج ہی ایک دوست نے صبح صبح (۱۹ر جولائی ۲۰۱۸) کو بنارس ہی کی یہ خبر سنائی، کہ پیلی کوٹھی میں کئی پشت سے آباد، ایک مشہور عالم کے بیٹے کو، وہاں کی مقامی مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ موصوف سنجیدگی سے وہاں سے منتقل ہونا چاہ رہے ہیں۔ اللہ المستعان۔

ویسے یہاں اس بات کی طرف اشارہ بھی مناسب ہے کہ بدعتی کی امامت کا مسئلہ آج کے ''نوجوانوں'' کی اختراع نہیں، خود فتاوی نذیریہ میں کتاب الصلوۃ میں پہلا فتویٰ بدعتی کے پیچھے نماز کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں ہی ہے، فتوی میں کہا گیا ہے کہ بدعتی کو قصدا امام بنانا جائز نہیں، ہاں اگر بدعتی صاحب اقتدار ہو اور نہ پڑھنے سے فتنہ کا خدشہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔ یہ فتوی میاں نذیر حسین محدث صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جس حدیث سے استدلال کیا تھا، ضعیف تھی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے اس میں اضافہ کرکے اس حدیث کی متابعت کا ذکر کیا ہے کہ ثابت ہوسکے کہ استدلال صحیح ہے۔ میں نے میاں صاحب کے فتوی کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ معلوم ہوسکے کہ بدعتی کی امامت کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں، یہ تو ہمیشہ سے رہا ہے، امام احمد وغیرہ کا موقف تو سب کو معلوم ہے، خود ہندوستان میں میاں صاحب نے یہ فتوی اپنے قلم سے لکھا ہے۔

ایک سلفی دانشور کا تازہ بیان آیا ہے، اس میں اس بات پر شدید دکھ کا اظہار کیا گیا ہے کہ بعض لوگ بدعتیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ دے رہے ہیں، مولانا کے خیال میں اس فتویٰ سے علماء اہل حدیث (بطور خاص مولانا اسماعیل گوجرانوالہ اور مولانا امرتسری) کی روحیں تڑپ رہی ہوں گی۔ اللہ خیر کرے بریلویوں اور قبر پرستوں کے یہاں شادی بیاہ کا مسئلہ صرف بہاولپوری صاحب کا ہی نہیں ہے، ان کے لئے یہ مسئلہ جن بنیادوں پر پریشان کن تھا، سنگ باری سے پہلے، اس پر بھی نظر ڈال لینی چاہیے۔

بریلوی حضرات تو آج بھی کھلے عام، اہل حدیثوں میں رشتہ کے سخت مخالف ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ دونوں میں نکاح ہی باطل ہے، دیوبندی اور تبلیغی اخوان بھی ان سے پیچھے نہیں، بمبئ میں ہمارے ایک رشتہ دار نے ایک تبلیغی پڑوسی سے، اس کی لڑکی کے لئے ایک لڑکے سے نسبت کی بات کی، اہل حدیث لڑکا، اچھے خاندان سے تھا، شکل وصورت کا بھی اچھا، پیشہ سے ڈاکٹر، اور اپنی پریکٹس میں خاصہ کامیاب، رشتہ کی بات کی تو جواب ملا ''میں اہل خبیث میں اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں کروں گا۔

اہل حدیث کیا تمام مسلمان ہر بات میں شریعت سے رہنمائی چاہتے ہیں۔ اب دیکھیں رشتوں کے سلسلہ میں شرع کا معیار کیا ہے، بیوی کے انتخاب کے لئے توفظفر بذات الدين (دین دار لڑکی تلاش کرو) کا حکم ہے۔ شوہر کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں، داماد کے انتخاب کے لئے بھی کہا گیا من ترضون دينه وخلقه (ایسا جس کے دین اور اخلاق کو پسند کرتے ہو) اب اس کی رعایت میں اگر ایک باپ اپنی بیٹی کو کسی خاص نقطہ نظر کے حامل شخص سے منسوب نہیں کرنا چاہتا ہے، تو کون سی قیامت آجاتی ہے؟

میرے خیال میں حقیقت یہ ہے کہ رضا خانی یا بدعتیوں میں لڑکی دینے اور لینے کا فیصلہ مذہبی سے زیادہ سماجی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ مشاہدہ بتاتا ہے، کہ کتنے ہی ہم خیال اہل حدیث حضرات آپس میں رشتوں کو رد کردیتے ہیں کیونکہ یہاں جواز اور عدم جواز کے علاوہ بھی بہت سی باتیں قابل غور ہوتی ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ شادی بیاہ کا رشتہ طے کرنا، والدین کی نظر میں سنجیدہ اور اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس کا فیصلہ کرتے ہوئے دونوں کے ماحول، اور طرز زندگی کی یکسانیت، دنیا میں باعزت زندگی کے وسائل کی فراہمی تو اہم سمجھی ہی جاتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ والدین کے لئے یہ بھی دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ یہ رشتہ کہاں تک کامیاب ہوسکتا ہے اور کس حد تک لڑکی یا لڑکے کی اخروی زندگی کی کامیابی میں مددگار ہوسکتا ہے۔ اپنا گھر جلا کر لوگوں کو تماشہ دکھانا کہاں کی عقل مندی ہے۔

جو بریلوی یا دیوبندی حضرات، اہل حدیث سے رشتہ کرنا پسند نہیں کرتے، ان کے سامنے تو اصل مسئلہ اسی دین کا ہی ہوتا ہے کہ وہ اہل حدیث کا نام سنتے ہی رشتہ سے انکار کردیتے ہیں، یہ ان کا اپنا فیصلہ ہے ہم ان کی مذمت نہیں کرتے۔ کچھ اہل حدیث والدین رشتوں کے انتخاب میں دین کو اسی طرح کی اہمیت دیتے ہیں اپنی صحیح العقیدہ بچی کا رشتہ کسی قبر پرست گھرانہ میں نہیں دیتے۔ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ کم ازکم ہم ان کی بھی مذمت نہ کریں۔ اتحاد امت کے نام پر صرف ان کے رویہ کی مذمت کا لغو مطالبہ نہ دینی ہے اور نہ اتفاق واتحاد پیدا کرنے کا کوئی مؤثر ذریعہ۔

حقیقت یہ ہے کہ پورا معاشرہ ذات برادری، معاشی اور سماجی امور میں، کفاءت کو اس لئے اہمیت دیتا ہے کہ یہ چیزیں رشتہ کو کامیاب بنانے میں مددگار تصور کی جاتی ہیں (یہ باتیں خود کس حد تک اسلامی ہیں محل نظر ہیں) بالکل اسی طرح دین کی کفاءت کی بھی اہمیت ہے، اس کے بغیر عجیب صورت حال پیدا ہوگی، لڑکی کے سامنے دو ہی راستے ہوں گے۔ (ا) اپنے دین مذہب اور عقیدہ کے بارے میں بھول کر، جس ماحول میں آگئی ہے، اس سے نہ صرف سمجھوتہ کرلے، بلکہ اس کی قدروں کو بھی اپنالے

(ب) دوسرا راستہ تصادم کا ہے، کہ اس ماحول سے بغاوت کرکے، اپنے دین وایمان کو بچانا ہے۔ ایسی صورت میں طبعی انجام طلاق ہے، اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا نتیجہ ممکن ہی نہیں، اس سلسلے میں فاروقی صاحب ایک عبرت خیز واقعہ بتاتے ہیں، کہ ان کے خاندان کی ایک لڑکی کی شادی مبتدعین میں کردی گئی، لڑکی بہت دین دار اور تہجد گزار تھی، دلہن بن کر گئی تو سب سے پہلے اس کی نظر ڈھول پر پڑی، جو شاید محرم میں پیٹنے کے لئے تھا، اس نے چھری تلاش کرکے ڈھول کو پھاڑ دیا، دوسرے دن مائکے آئی، تو رو رو کر باپ سے کہا: ابا آپ نے میری ساری عبادت برباد کردی، پھر دعا مانگی اے اللہ ہماری آخرت برباد ہورہی ہے تو مجھے اٹھالے، اسے بخار آیا پندرہ دن کے اندر چٹ پٹ ختم ہوگئی۔

☆☆

ڈاکٹر ایم این بیگ
پوسٹ بکس ۱۸، ٹونک-304001
فون:01432-244018
موبائل:09460805389

طب و صحت

طبی متفرقات

انناس: انناس، شیریں اور ترش (میٹھے اور کھٹے) ذائقے، کا امتزاج پیش کرتا ہے، اس کو انگریزی میں پائن ایپل (Pine Apple) کہا جاتا ہے، یہ تازہ اور ڈبہ بند حالت میں دستیاب ہے۔ اس من پسند اور خوش ذائقہ پھل میں پیشتر وٹامنز اور معدنیات پائے جاتے ہیں، جیسے وٹامن B6، وٹامن C وغیرہ، علاوہ پوٹاشیم، کاپر، میگنیز، کیلشیم، اور حل پذیر فائبر بھی موجود ہوتے ہیں، اس پھل میں غذائیت بھرپور ہوتی ہے۔

آرتھرائیٹس کے مرض کے لیے: جوڑوں کے دردوں اور ان کے درمیان پائی جانے والی سوزش، عضلاتی کھنچاؤ وغیرہ میں انناس میں پائے جانے والے خاص جز Bromelain سے راحت ملتی ہے، برومیلین دراصل خاص قسم کی پروٹین ہوتی ہے جو ہڈیوں کے بھربھرے پن کو بھی دور کرتی ہے، واضح رہے کہ خواتین میں سن یاس Menupause میں عام طور پر ہڈیاں بُھربُھری بھی ہوجاتی ہیں اور کمزور بھی، اور مردوں میں بڑھاپے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے، کیونکہ عمر کی اس آخری منزل میں قوتِ ہاضمہ کے بتدریج فقدان اور ہارمونز کی پیدائش میں کمی وغیرہ کے باعث ایسا ہوتا ہے۔

قوت مدافعت میں اضافہ: ایک گلاس کے برابر جوس یا ایک پیالی بھر کٹا ہوا انناس، وٹامن C کی درکار (یومیہ) غذائیت 13% (دن بھر کے لیے) مناسب انتخاب ہوسکتا ہے۔ وٹامن C درحقیقت قوت مدافعت میں حیرت انگیز اضافہ کرتا ہے اور خون سفید خلیات (W.B.C.) کو بھی متحرک کرتا ہے، یہ ایک فعال اینٹی آکسیڈنٹ بھی ہے جو فری ریڈیکلز کے نقصانات کو رفع کرتا ہے، زخم مندمل کرتا ہے، جسم کو بیماری کی وجہ سے پہنچنے والے ردِعمل سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

کینسر سے تحفظ: منھ، گلے، سینے اور دیگر جسمانی اعضاء کا کینسر سے بچاؤ کرنے والا یہ پھل اپنے ادویاتی مشمولات کی وجہ سے، دیگر عناصر سے مل کر یہ تحفظ فراہم کرتا ہے، ان خصوصیات اور افادات کے علاوہ انناس مندرجہ ذیل امراض کا دفعیہ کرنے میں معاونت کرتا ہے۔ قبض، اسہال، نظام ہضم کی خرابی، دل کی شریانوں کی تنگی، کھانسی، نزلہ، زکام، دمہ، دانتوں کے امراض، ضعف بصارت وغیرہ وغیرہ

مختصر یہ ہے کہ انناس صحت و توانائی کا سرچشمہ اور ہر اعتبار سے مفید پھل ہے۔

چورن سے ہوشیار: بھاگ دوڑ کی زندگی، چائے کی بھرمار، چائے کے ساتھ، اکثر و پیشتر نمکین کا لوازمہ، فاسٹ فوڈ، کھانا کھانے کے اوقات سے متعلق پابندی کا فقدان، تلی ہوئی اشیاء جیسے پراٹھا، پوری، کچوری وغیرہ وغیرہ کا کثرت استعمال اور دیگر بہت سے عوامل کی وجہ سے قبض موجودہ دور کا بہت پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے۔

اس کی وجوہات سے چھٹکارہ پانا، چونکہ آسان نہیں، اس لیے قبض سے دوچار، افراد، چورن کا سہارا لیتے ہیں اور مطمئن ہوجاتے ہیں کہ سمسیا کا سادھان ہوگیا۔

یہ بات صحیح ہے کہ چورن، قبض شکن ہوتے ہیں، فوری طور پر اثرات مرتب کرتے ہیں اور اجابت بافراغت ہوتی ہے، لیکن لازمی شرط یہ ہے کہ چورن کا استعمال ایک دن بھی ترک نہ کیا جائے چنانچہ بدرجہ مجبوری چورن تو روزانہ پابندی سے استعمال کرنا ہی ہوتا ہے، چورن میں نوشادر، کالا نمک، سیندھا نمک، تربد، سناء، لیموں کا رس، ہڑ، بہیڑہ، آملہ، کے علاوہ بہت سے دوسرے اجزاء شامل ہوتے ہیں، جبکہ سارے کے سارے اجزاء اپنی تیزی اور خراش پیدا کرنے والی خصوصیات کیوجہ سے آنتوں میں خشکی پیدا کرنے کے علاوہ السر Ulcer کے لیے بھی راہ ہموار کرتے ہیں۔

اسپغول کی بھوسی: قبض کے ازالے کے لیے، اسپغول کی بھوسی اور روغن بادام سے زیادہ مفید اور کچھ نہیں، اور لطف یہ کہ ضمنی (خراب) اثرات بھی مرتب نہیں ہوتے۔

ترکیب استعمال یہ ہے کہ روزانہ رات کو سوتے وقت 5ml (پانچ ایم ایل روغن بادام شریں، ایک گلاس یا آدھے گلاس دودھ میں ملا کر پی لیا کریں، اگر دو، تین روز تک لینے کے بعد اجابت بافراغت نہ ہو تو 10ml دس ایم ایل روغن بادام شیریں لینا شروع کردیں۔

ضروری ہدایت: اگر سبوس اسپغول ایک گرام یا دو گرام بھی پھانک کر دودھ پی لیا کریں تو بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔

روغن بادام شیریں: نہ صرف یہ کہ قبض دور کرتا ہے، بلکہ دماغ روشن بھی کرتا ہے، معدہ اور آنتوں کی خشکی دور کرتا ہے، آنکھوں کی روشنی کرتا ہے، مقوی اور اعضاء رئیسہ ہے، اعصابی تناؤ پر کنٹرول کرتا ہے، چہرہ کی جلد کا رنگ نکھارتا ہے، بالوں کے جھڑنے اور گرنے کو روکتا ہے، بذاتِ خود ایک موثر اور بھروسہ مند ٹانک ہے۔ مقوی باہ بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ سبوس اسپغول (اسپغول کی بھوسی) مادہ منویہ کی رقت کو دور کرتی ہے، آنتوں کی خشکی زائل کرتی ہے اور قبض بھی دور کرتی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب ڈاکٹر عبدالدیان انصاری کا سانحۂ ارتحال عظیم جماعتی وملی خسارہ/اصغر علی سلفی

دہلی،۱۵؍ستمبر ۲۰۱۸ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اپنے ایک اخباری بیان میں صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے امیر ڈاکٹر عبدالدیان انصاری کے سانحۂ ارتحال پر اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیا ہے جو آج دو پہر بعد پونے تین بجے مالیر کوٹلہ میں طویل علالت کے بعد اڑسٹھ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

امیر محترم نے اخباری بیان میں کہا کہ آپ کا تعلق مردم خیز بستی شنکر نگر، ضلع بلرامپور، اتر پردیش سے تھا۔ ابتدائی دینی وعصری تعلیم گاؤں پر اورانٹر کی تعلیم بلرامپور سے حاصل کی پھر طبیہ کالج پٹنہ سے بی یو ایم ایس کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت کرتے ہوئے پنجاب کے مختلف مقامات پر سرکاری ہاسپٹل میں خدمت خلق اور جسمانی علاج ومعالجہ کے ساتھ روحانی تربیت بھی کرتے رہے۔ ۲۰۰۳ء میں آپ کی تقرری مالیر کوٹلہ میں ہوگئی اور اسی شہر کو اپنا مستقل مسکن بنایا۔ یہیں ۲۰۰۳ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ اور پھر جماعت وجمعیت کی خدمت کے لیے کافی وقت نکالا۔ آپ تقریبا ۱۵ سال سے جماعت و جمعیت کے سرگرم خادم تھے، نظامت وامارت کے مناصب کے علاوہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ وشوریٰ کے فعال رکن بھی رہے۔ جمعیت و جماعت کی خدمت کے لیے آپ ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ محلوں، دیہاتوں اور شہروں میں گھوم گھوم کر آپ نے اپنے صوبہ میں جماعت کو منظم اور اس کی شیرازہ بندی کی بھرپور کوشش کی اور ممبر سازی کر کے تنظیمی کام کو آگے بڑھایا۔ آپ نے نوجوانوں میں کتاب وسنت کی خدمت اور جمعیت کو منظم کرنے کی نئی روح پھونکنے کی کوشش کی اور ہمیشہ ان کے کاموں پر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ سخت علالت کے باوجود مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے تمام پروگراموں اور میٹنگوں میں شریک ہوتے تھے اور صوبائی ومرکزی جمعیت کے فیصلوں کی تنفیذ کے لئے فکرمندی کے ساتھ اپنے آپ کو مرکز کا سفیر اور داعی تصور کرتے ہوئے تبلیغ ودفاع کرتے تھے۔ مرکزی جمعیت کے ذمہ داران سے مستقل رابطے میں رہتے اور جماعت کی فلاح و بہبود اور اسے منظم کرنے کے لیے بے حد فکر مند رہتے تھے۔ جب بھی موقع ہوا ریلیف کے کاموں کے لیے جدوجہد کرتے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینے میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے۔ حالیہ دنوں کیرالا کے ریلیف کے سلسلے میں بھی بہت فکرمند تھے۔ علالت کی وجہ سے اس بار پنجاب کی جانب سے کیرالا کی ریلیف کے لیے سرگرم کردار نہ ادا کر پانے کا انہیں بے حد ملال تھا۔ آپ ایک باوقار دینی واسلامی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے جو کتاب وسنت کا شیدائی تھا۔ چنانچہ آپ کے رگ وریشہ میں کتاب وسنت سے والہانہ لگاؤ، دینداری اور تڑپ تھی۔ قرآن کریم کی گرمکھی زبان میں تیاری وطباعت اور عالم اسلام کے معروف اشاعتی ادارے دارالسلام، ریاض کے پلیٹ فارم سے طباعت ونشر واشاعت کے لئے آپ کی کوشش آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگی۔

امیر محترم نے مزید فرمایا کہ ان کی وفات سے نہ صرف جمعیت اہل حدیث نے ایک فعال رہنما کھودیا ہے بلکہ ملک وملت کا بھی بڑا خسارہ ہوا ہے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی اور ان کی اولاد ہے۔ امیر محترم کے علاوہ سرپرست جمعیت حافظ محمد یحیٰی دہلوی، شیخ صلاح الدین مقبول، ڈاکٹر عبدالرحمٰن فریوائی، شیخ محی الدین الکاتب، ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز، نائبین امیر ڈاکٹر سید عبدالعزیز، حافظ عبدالقیوم، نائبین ناظم عمومی مولانا ریاض احمد سلفی، مولانا محمد علی مدنی، حافظ محمد یوسف چھمہ ودیگر ذمہ داران وکارکنان جمعیت نے ان کے پسماندگان ومتعلقین نیز جملہ سوگواران سے اظہار تعزیت کیا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور بلندئ درجات کی دعا کی ہے۔

(۲)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا اعلیٰ سطحی راحتی وفد چوتھی قسط کے ساتھ کیرالا میں

دہلی: ۲۰؍ستمبر ۲۰۱۸ء

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند سے جاری اخباری بیان کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا اعلیٰ سطحی راحتی وفد زیر قیادت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند چوتھی قسط کے ساتھ کیرالا کے دورے پر ہے۔

جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب امیر و ناظم صوبائی جمعیت اہلحدیث تلنگانہ حافظ محمد عبدالقیوم، صوبائی جمعیت اہلحدیث تلنگانہ کے نائب امیر محمد شریف یمانی، نائب ناظم محمد صدیق اور خازن عبدالوحید، صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھراپردیش کے امیر ڈاکٹر سعید احمد فیضی، نائب امیر مولانا اسلام الدین سلفی اور خازن عبدالعزیز نوشاد، صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا کے ناظم محمد اسلم خان اور خازن کے جے منصور احمد قریشی عرف دادو بھائی، شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کے امیر مولانا شفیق عالم خان جامعی، ناظم مولانا سید آصف عمری اور نائب ناظم لیاقت علی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

مؤقر اراکین وفد کل کیرالا پہنچے جن کا مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی صوبائی اکائی کیرالا ندوۃ المجاہدین کے اہم ذمہ داران مثلا امیر مولانا ٹی پی عبداللہ کویا مدنی، نائب امیر ابوبکر حسین مدعور، سکریٹری مولانا عبدالرحمن مدنی پالک، خازن نور محمد نور شاہ، ناظم تنظیم اصغر علی، جمعیۃ العلماء المجاہدین کے ناظم عمومی ایم محمد مدنی، نائب ناظم پی پی عبدالرزاق الباقوی، نائب ناظم محمد حنیف سلمی، امیر شبان المجاہدین عبدالمجید الصلاحی، ناظم عمومی زکریا الصلاحی وغیرہم نے ندوۃ المجاہدین کے ہیڈ کوارٹرس میں استقبال کیا۔ وفد نے تمام ذمہ داران کی موجودگی میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے متعدد گراں قدر چیک خاص طور سے سیلاب سے خانما برباد افراد کی بازآبادکاری اور ان کے گھروں کی تعمیر کے لیے پیش کئے جن کو سینکڑوں کی تعداد میں منظم طور پر بنانے کا ندوۃ المجاہدین کیرالا نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے تعاون سے بیڑا اٹھایا ہے۔

واضح ہو کہ اس سے قبل بھی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے متعدد راحتی وفود نے کیرالا کے کئی سیلاب متاثرہ اضلاع کا دورہ کرکے ریلیف کا کام کیا تھا، نئے گھروں کی تاسیس کے ساتھ گھریلو اشیاء لباس، بستر وغیرہ تقسیم کئے تھے۔ یہ وفد جو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی قیادت میں کئی صوبائی جمعیات اہلحدیث کے اہم ذمہ داران پر مشتمل ہے آج کالی کٹ اور ویاناڈ اضلاع کے متعدد سیلاب متاثر مقامات مثلاً تھامرشیری، کرنچولا، کٹی پاڑا، پناگوڈ، کالپیٹا، میناگڈی وغیرہ کا دورہ کیا اور متاثرین کے درمیان نقد، چیک، گھریلو اشیاء اور بطور خاص بڑی تعداد میں اسکول بیگ تقسیم کئے۔

(۳)

قومی یک جہتی اور انسانی ہمدردی کسی عبادت سے کم نہیں ہے/ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کیرلا صوبائی اکائی کے زیر اہتمام سمپوزیم کا انعقاد

دہلی: ۲۰/ستمبر ۲۰۱۸ء

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر عاقل انسان کو مکلّف کیا ہے کہ ساری مخلوق کے ساتھ محبت، ہمدردی، غم خواری، احسان وخیر خواہی کا معاملہ کرے۔ قومی یک جہتی، انسانی بھائی چارہ اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا قیام کسی عبادت سے کم نہیں ہے۔ الحمد للہ رب العالمین اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے کیا۔ موصوف مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کیرلا صوبائی اکائی کے زیر اہتمام کل مورخہ ۱۹/ستمبر ۲۰۱۸ کو کالی کٹ میں قومی یک جہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کی اہمیت وضرورت کے عنوان پر منعقد قومی سمپوزیم میں افتتاحی خطاب کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا کہ اسلام نے انسانی ہمدردی اور آپسی میل جول پر بہت زور دیا ہے اور ساری انسانیت کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دیا ہے۔ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، نے بھی ساری مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور رحم وکرم کا معاملہ کرنے کی تعلیم دی ہے حتی کہ ایک شخص کے لیے کتے کو پانی پلانے پر جنت مل گئی تو ایک عورت بلی کو بھوکا مارنے کی وجہ سے جہنم میں چلی گئی۔

امیر محترم نے مزید فرمایا کہ ایسے موقع پر جب پوری دنیا خاص طور سے کیرلا جیسی جگہوں میں مصیبت کے مارے ہوئے لوگ مالی امداد کے محتاج ہیں ان کو مادی امداد کے ساتھ ساتھ روحانی امداد کی بھی ضرورت ہے۔ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ہر طرح کے امتیازات سے بالاتر ہوکر اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور بہی خواہی کی جائے۔ کہ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو، ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں۔ خوشی کی بات ہے کہ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کی اپیل پر اور اس کی نگرانی میں ساری صوبائی جمعیتیں کیرلا کے سیلاب متاثرین کی امداد کے لیے جٹ گئیں اور بلا تفریق رنگ ونسل ذات پات اور مذہب خلق خدا کی راحت رسانی میں لگ گئیں اور ریلیف کی تقسیم کا کام غیر مسلموں میں کیا کیوں کہ وہ سب سے زیادہ متاثر ہیں۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی سب سے زیادہ وکالت کی ہے۔اس کے قیام کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ یہ وقت کا سب سے بڑا تقاضہ ہے۔

اس سمپوزیم کو صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کے ناظم حافظ محمد عبدالقیوم، صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھرا پردیش کے امیر ڈاکٹر سعید احمد عمری، صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا کے ناظم محمد اسلم خان وغیرہ نے بھی خطاب کیا۔اور کہا کہ ہم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے بے حد شکر گزار ہیں کہ اس کی دعوت پر یہاں حاضری کا موقع ملا، بلاشبہ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے انسانی ہمدردی اور آپسی بھائی چارہ کی اہمیت وضرورت کو ہمیشہ اجاگر کیا ہے اور اس مصیبت کی گھڑی میں بھی متاثرین کی مالی امداد کے ساتھ ساتھ اپنا روحانی پیغام دینا نہیں بھولی ہے کہ سب بلا تفریق مذہب، رنگ ونسل اور ذات پات آپس میں مل جل کر رہیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

سمپوزیم کی صدارت ٹی پی عبداللہ کویا مدنی نے کی اور نظامت کے فرائض ڈاکٹر حسین مدوور نے انجام دیے۔اس اہم سمپوزیم میں جن اہم شخصیات نے شرکت کی ان میں صوبائی جمعیت اہلحدیث تلنگانہ کے نائب امیر محمد شریف یمانی، نائب ناظم محمد صدیق اور خازن عبدالوحید، صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھرا پردیش کے نائب امیر مولانا اسلام الدین سلفی اور خازن عبدالعزیز نوشاد، صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا کے خازن کے جے منصور احمد قریشی عرف دادو بھائی، شہری جمعیت اہل حدیث حیدر آباد وسکندر آباد کے امیر مولانا شفیق عالم خان جامعی، ناظم مولانا سید آصف عمری اور نائب ناظم لیاقت علی، مولانا عبدالرحمٰن مدنی پالک، نور محمد نور شاہ، اصغر علی، ایم محمد مدنی، پی پی عبدالرزاق الباقوی، محمد حنیف سلمی، عبدالمجید الصلاحی، زکریا الصلاحی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

واضح رہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور اس کی صوبائی اکائیوں کے متعدد راحتی دورے ہو چکے ہیں اور متاثرین کی امداد، باز آبادکاری اور گھروں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔نقصان اٹھائے ہوئے لوگوں کے دلوں کو جوڑنے اور روحانی غذا بہم پہنچانے کا کام انجام دینا بھی ضروری سمجھا ہے۔ یہ سمپوزیم بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۸ کا)

جگر میں چربی جمع ہو جائے تو اس کا علاج بہت دقت طلب ہے کافی مہنگے اور کافی دنوں تک علاج کرنے کے باوجود نہیں کہا جاسکتا کہ چربی fat کا ازالہ ہو جائے گا۔ہم نے عرصہ دراز کی تلاش وجستجو کے بعد ۲۷ دیسی جڑی بوٹیوں پر مشتمل سفوف تیار کیا اور کافی دنوں تک Clinical تجربات کرنے کے بعد ثابت ہو چکا ہے کہ تیر بہدف ہے Fatty Intfiltration Of Liver کا تدارک ہو جاتا ہے، ناظرین ''جریدہ ترجمان'' بذریعہ خط نسخہ دریافت کرکے، خود چاہیں تو تیار کر سکتے ہیں، علاوہ ازیں شوگر کی بیماری سے ہونے والی جسمانی کمزوری کے ازالہ کے لیے بھی کامیاب نسخہ، تلاش بسیار اور سعی پیہم کے بعد مرتب کرلیا گیا ہے، تجربات سے اس کی افادیت ثابت ہو چکی ہے، واضح رہے کہ اس کے استعمال سے صرف عمومی جسمانی کمزوری کا ازالہ ہوتا ہے، رہی جنسی کمزوری (جو ذیابیطس کی وجہ سے لازمی طور پر ہوتی ہے) تو اس کا ازالہ اس نسخے کی ادویہ سے نہیں ہوتا، بلکہ دیگر خصوصی ادویہ سے ہوتا ہے یہ نسخہ تو صرف General Weakness کے لیے ہے، یہ نسخہ بھی بذریعہ جوابی خط منگوا کر بذاتِ خود بنا سکتے ہیں۔

بڑھاپے میں کثرت بول: شوگر کی بیماری نہ ہو اور کثرت بول کی شکایت ہو تو اس کی وجہ پراسٹیٹ گلنڈ Prostate Gland کے سائز کا بڑھ جانا ہوتا ہے، اس کا سائز کم وبیش ہر مرد کا بڑھ جاتا ہے، اگر کینسر کا امکان نہیں تو ایسی صورت میں ایک گولی Urimax-D روزانہ سہ پہر کو پانی سے لیں، پیشاب میں روکاٹ بھی نہ ہوگی اور کھل کر ہوگا، اس پر مداومت کریں۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	26/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	163/-